لَيۡسَ كَمِثۡلِهٖ شَيۡءٌ وَّهُوَ السَّمِيۡعُ الۡبَصِيۡرُ o

جميع العلم فی القراٰن لکن
تقاصر عنه أفهام الرجال

الوقف للہ الغفور من جانب حامیانِ دین از فیروز پور وقصور

تحقیق تقدیس الوکیل

{۱۲۸۹ھ}

در اثبات مذہب حق وابطال مشرب ناحق

-: تالیف :-

راجی دوام لطف القدیر عبده **محمد غلام دستگیر** نصرهُ النصیر
ترجمہ: مفتی محمد سعید صابر نعیمی

باہتمام منشی عزیز الدین
در مطبع وکٹوریا پریس لاہور طبع شد

لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ وَهُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ

جمیع العلم فی القرآن لکن تقاصر عنہ افہام الرجال

ابو قف بندہ العفو منجانب حامیان دین از فقیر وزیر پور قصور

تحقیق تقدیس الوکیل

سنہ ۱۲۸۹

تحقیق صلاۃ الجمعہ

سنہ ۱۲۸۸

در اثبات مذہب حق و ابطال مشرب ناحق تالیف راجی دوام لطف القدیر

عبدہ محمد غلام دستگیر نصرہ النصیر

باہتمام منشی عزیز الدین

در مطبع وکٹوریا پریس لاہور طبع شد

[باہتمام منشی عزیز الدین' وکٹوریہ پریس، لاہور سے طبع شدہ نسخے کا سرورق]

فہرست مضامین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سوال :

اہل ہوا میں سے بعض جو خود کو اہل حق اور علما میں سے شمار کرتے ہیں، یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ اللہ سبحانہٗ کا عرش پر مکان معین ہے وہ اس آیت **ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ** سے اس معنی پر دلیل لاتے ہیں اور استویٰ کا معنی اِستقرار (متمکن ہونا) مراد لیتے ہیں جو کلبی کی روایت اور تفسیر معالم میں مقاتل کے حوالہ سے واقع ہے اور سابقین کہتے ہیں کہ ہم اس عقیدے کے معتقد ہیں کہ

خالی ست جہاتاں کنوں لامکاں الٰہی
نا رب ہتھ نہ پیر نیں نا رب اکھیں کن(۱)

اور اس عقیدہ کے برخلاف ظاہر ہو چکے ہیں اور ان (عقیدے کے) لوگوں میں سے ایک شخص نے اپنے دو ورقہ رسالہ میں ید (ہاتھ)، وجہ (چہرہ)، ساق (پنڈلی)، جہت علو (بلندی کی جہت)، استویٰ علی العرش (عرش پر اِستوا فرمانا)، نزول (اُترنا)، اور انتقال کو تحریر کیا اور اس کے علاوہ جو احادیث و آیات میں اس ذاتِ حق کی صفات میں کہیں جو تمام محکم اور معلوم المراد (جس میں تشبیہ نہ ہو) ہیں ۔ بہر حال مخلوق اس کے رنگ ذات اور اس کی کیفیت کے ادراک میں ناقص ہے (باری تعالیٰ کی ذات و کیفیت کا کماحقہٗ ادراک کرنا مخلوق کے لیے محال ہے)۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ استویٰ غیر مجہول ہے اور کیف غیر معقول ہے اور اس پر ایمان لانا واجب ہے اور اس کے متعلق سوال کرنا بدعت ہے۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے قرب و معیت کو اپنے عربی رسالہ میں متشابہ لکھا ہے یعنی غیر معلوم المراد (جس کی مراد معلوم نہ ہو) اور بعض احبائے دین جب ان سے معیت، استوا اور نزول وغیرہ کے درمیان فرق کرنا مخفی ہو گیا تو انہوں نے اس طرح کہا کہ حق تعالیٰ عرش پر اس طرح ہے جو اس کی

(۱) یعنی ہمارا معبود جہت سے پاک ہے نہ اس کے ہاتھ پاؤں ہیں اور نہ ہی آنکھیں اور کان۔ مرتبین

شایانِ شان ہے اسی طرح معیت کا معنی بھی رکھتا ہے حالانکہ معیت و استوا میں فرق ہے کہ معیت بذاتہٖ غیر معقول ہے اور استوا معلوم ہے اور معقولِ محض کی کیفیت غیر معلوم ہے اور غیر معقول کا معیت ہونا چند وجوہ سے ہے۔

وجہ اوّل: بر تقدیر معیت وغیرہ (نزول، انتقال) کے مفہوم و معلوم رکھنے سے لازم آئے گا کہ حق تعالیٰ عزوجل امکنۂ متعددہ (متعدد مکانات) اور جہاتِ متضادہ (مخالف جہتوں) میں موجود ہو اور اس کی ذات کے لیے مکان اور جہت مخصوص نہیں ہے اور یہ آیت **الرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى** کے مناقض ہے کیونکہ اس میں تخصیص ہے اور اجماع کے بھی خلاف ہے، کیونکہ اہل حق کا اس بات پر اجماع ہے کہ حق تعالیٰ کا مکان عرش ہے نہ کہ اس کا غیر۔ کلامہٗ ملخصاً

اس تحریر کے آغاز میں لکھا ہے کہ ابن تیمیہ کے عربی رسالہ کے مطالعہ سے اپنے دوستوں کے عقیدے کی غلطی کو دفع کرنے کے لیے فہم صفات کو مرقوم کیا ہے۔ پس اس تحریر سے یہ بات صاف اور واضح ہوگئی ہے کہ انہوں نے استویٰ سے حق تعالیٰ کا مکان ثابت کیا ہے اور اسی طرح انہوں نے ہاتھ، چہرہ اور پاؤں وغیرہ اللہ عزوجل کے لیے ثابت کیے ہیں۔ اور انہی میں سے بعض زمین میں اور عرش پر بھی مکان الٰہی کے قائل ہیں، صرف کیف مکان کہ بیٹھا ہے یا کھڑا ہے یا سویا ہے۔ معقول نہیں ہے اسی طرح ہاتھ، پاؤں اور دیگر اعضا کی کیفیت کہ وہ کیسے اور کس طرح ہیں نا قابل فہم ہے۔

یہ لوگ اہل حق ہیں یا اہل باطل؟ اور ان کا یہ عقیدہ موافق قرآن و حدیث اور عقائد اہل سنت ہے یا عقائد مجسمیہ اور مشبہ کے؟ اور وہ آیات و احادیث جو استویٰ، ید، وجہ وغیرہ پر دلالت کرتی ہیں وہ متشابہ اور غیر معلوم المراد ہیں یا محکم اور معلوم المراد؟ **بینوا توجروا**.

الجواب :

الحمد لله المنزه عما يصفه الملحدون بفهم غير سديد والصلوة والسلام على حبيبه الناهى عن الخلاف فى القرآن المجيد و على عترته و اتباعه الذين اعدت لمن شذ عنهم مذلة و عذاب شديد .

تمام تعریفیں اللہ عزوجل کے لیے، پاک ہے ان چیزوں سے جو ملحدوں نے اپنی کج فہمی کے سبب اس کی طرف نسبت کی ہیں اور درود وسلام ہو اس کے حبیب معظم صلی اللہ علیہ وسلم پر۔جنھوں نے قرآن حکیم (کے مزاج کے خلاف تفسیر کرنے) سے منع فرمایا ہے اور آپ علیہ السلام کی اولاد اور متبعین پر سلامتی ہو جس نے ان سے منہ موڑا اس کے لیے ذلت اور سخت عذاب تیار کیا گیا ہے۔

اوّلاً یہ بات پیش نظر رہے کہ ان قائلین کا قول کہ رحمٰن کے لیے جوارح ثابت کرنا اور کیفیت مکان وغیرہ ان معنی میں ہے کہ اللہ سبحانہٗ کا مکان و جوارح مخلوقات کے مکان و جوارح کی طرح نہیں ہے اور اس بنا پر انہوں نے کہا ہے کہ اہل سنت نے ان کو مجسمہ میں داخل نہیں کیا حالانکہ بالیقیں وہ مجسمہ میں داخل ہیں کیونکہ مجسمہ کا بھی قول ہے کہ اس (اللہ عزوجل) کا جسم ہمارے اجسام کی طرح نہیں ہے۔(۱)

یہ بیان بہت سی کتب دینیہ سے عیاں ہے؛ مگر اس جگہ میں نے نووی کی شرح مسلم کی عبارت کا ترجمہ کیا اور میں اس کو اِستشہاداً لکھتا ہوں۔امام نووی نے اس حدیث **فان اللّٰہ خلق آدم علی صورتہ** کے تحت لکھا :

مارزی نے کہا کہ ابن قتیبہ اس حدیث سے غلط راہ پر چل پڑے کہ صورت کو اس کے ظاہر پر حمل کرتے ہوئے کہا کہ حق تعالیٰ کی صورت ہے لیکن اس کی مثل کوئی صورت نہیں۔مگر یہ کلام ظاہر الفساد ہے؛ کیونکہ صورت مرکب ہوتی ہے اور ہر مرکب محدث ہے اور حق تعالیٰ محدث نہیں ہے لہٰذا وہ جسم نہیں تو وہ ذی صورت نہیں۔

مارزی نے کہا کہ ان کا یہ قول مجسمہ کے قول کی مثل ہے؛ کیونکہ مجسمہ کہتے ہیں کہ حق تعالیٰ کا جسم ہے لیکن عام اجسام کی مانند نہیں۔

اور اہل سنت نے حق سبحانہ کے بارے میں کہا کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ شے ہے لیکن

---

(۱) تمہید عقائد میں ذکر مشبہ میں لکھا ہے کہ بعض مشبہ کہتے ہیں خدا جسم ہے نہ دیگر اجسام کی مثل اور یہ ان کا کفر ہے کیونکہ انہوں نے اس کو حق تعالیٰ کا وصف قرار دیا یہ ان کی اپنی رائے ہے جو علما کے اتفاق کے مخالف ہے۔منہ کان اللہ لہ

دیگراشیا کی مانند نہیں۔مجسمہ نے اپنے زعم کے موافق اس کلام کے لیے وہ کلمہ تراشا ہے اوراس کے ظاہری فرق کونہیں سمجھے کہ لفظ شئی حدوث کومستلزم نہیں ہے اور جسم و صورت تالیف وترکیب کومتضمن ہےاورحدوث کی دلیل۔

یہ بات تواس حدتک ظاہر ہوچکی ہے کہ رحمٰن کے لیے جوارح ومکان کے قائلین بلاشک وشبہ(فرقہ) مجسمہ ہیں اورکیوں نہ ہوں کہ عقل ونقل میں یہ بات متحقق ہے کہ اثبات اعضا میں تعدد وترکیب ہوتی ہے۔اورترتیب وتعدد،جسمیت وتحیز کومستلزم ہے۔اس کا بیان عنقریب تفاسیر میں آئے گا۔

توجب مکان ثابت ہوجائے توجسمیت اس کا لازمہ ہے حالانکہ یہ بات پیش نظر رہے کہ اہل سنت کےنزدیک جواہل حق ہیں حق سبحانہٗ کوجس طرح صفاتِ کمال سے متصف مانتے ہیں اسی طرح وہ اسے جسم،مکان،جہت،اعضااور دیگرنقصان سے بھی منزہ سمجھتے ہیں بلکہ رحمٰن کے لیے جسمیت اور مکان کے قائلین کو کافر اور بے ایمان جانتے ہیں اور اہل سنت کے نزدیک آیات واحادیث جواستویٰ،ید،وجہ پرمشتمل ہیں۔متفقہ طور پرمتشابہات سے ہیں کہ ان پرایمان بلحاظ آگاہی ہےاوران کی اتباع کرنااوران سےعقیدہ بنانا کجی اورگمراہی ہے۔

تنزیہ الرحمٰن کا بیان

سب سے پہلا بیان تنزیہ رحمٰن کا ہے۔جاننا چاہیے کہ قرآن تنزیہ رحمٰن کا ناطق ہے۔اس میں بہت سی آیات وارد ہوئی ہیں مگرہم بطورنمونہ چند پیش کرتے ہیں۔

ترمذی میں حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ مشرکین نے حضورسید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم وعلی عترتہ اجمعین سےعرض کی کہ ہم چاہتے ہیں کہ رب تعالیٰ اپنانسب خودبیان فرمائے پس نازل ہوئی :

قُلْ هُوَاللّٰهُ اَحَدٌ اَللّٰهُ الصَّمَدُ o

اے محبوب آپ فرمادیجیے کہ وہ اللہ ایک ہے،اللہ بے نیاز ہے۔

لَمْ يَلِدْ وَ لَمْ يُوْلَدْ o

نہ اس نے جنا اور نہ وہ جنا گیا۔

کیونکہ ہر جاندار کو مرنا ہے اور مردے کو وراثت چھوڑ جانی ہے یعنی اس کے متعلقین اس کے مال کے وارث ہوں گے۔ اور یہ بھی متحقق ہے کہ خدا کو نہ تو وصال کرنا ہے اور نہ ہی کسی کو اس کے ترکہ سے حصہ ملنا ہے۔

وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ o

اور نہ اس کا کوئی ہم سر ہے۔

کہتے ہیں کہ اس کا کوئی شبیہ وشریک نہیں اور نہ ہی کوئی اللہ سبحانہٗ کی مثل ہے۔ اور اس حدیث کی طرح دوسری حدیث ابوالعالیہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اور قسطلانی نے شرح صحیح بخاری میں کہا کہ ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی حدیث کہ طبرانی نے بھی نقل کی ہے اور تفاسیر معتبرہ میں سے اس سورت کے معانی فارسی میں لکھے گئے ہیں، تفسیر زاہدی میں اس کا سبب نزول یوں لکھا ہے کہ عامر بن طفیل اور ازید بن قیس دونوں اپنے اپنے قبیلہ کے سردار تھے یہ دونوں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور ابی بن کعب حدیث مبارکہ مزید بیان کرتے ہیں (جو پہلے گزر گئی ہے)

حضرت جابر بن عبداللہ، ابوالعالیہ، شعبی اور عکرمہ رضی اللہ عنہم روایت کرتے ہیں کہ مشرکین میں سے ایک جماعت حاضر ہوئی اور کہا :

ہمارے لیے اپنے رب کا نسب بیان کرو۔

اور حضرت عکرمہ کی روایت میں یوں ہے :

اے محمد (ﷺ)! ہمیں اپنے پروردگار کے وصف بیان کرو کہ وہ سونے کا یا چاندی کا یا لوہے کا یا مٹی کا ہے کیونکہ ہمارے خدا انہی چیزوں سے ہیں۔

پس حق تعالیٰ نے اس سورہ **قل ھو اللہ احد** کو نازل کیا: اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! فرما دیجیے کہ خدا یکتا و یگانہ ہے اور نہ اس طرح سے یگانہ ہے جس طرح دوسرے ہیں کیونکہ ان میں اَبعاض و اَجزا (بعض کی جمع ابعاض اور جز کی جمع اجزا) بے شمار ہیں اور حق تعالیٰ کی ذات

میں تجزیہ وتبعیض جائز نہیں ہے۔

اللّٰہ الصمدُ o

جس طرح خدا واحد ہے اسی طرح وہ صمَد (بے نیاز) بھی ہے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا وہ صمد اس لحاظ سے ہے کہ اس کا پیٹ نہیں ہے کیونکہ شکم دار محتاج ہوتا ہے اور ہمارا خدا محتاج نہیں ہے۔اور حضرت امام جعفر صادق سلام اللہ علیہ و علی ابائہ الکرام نے فرمایا: وہ صمد ہے جو کسی چیز کا محتاج نہ ہو اور ہر شے اس کی محتاج ہو، اس جگہ اس کی شانِ صمدیت کی خبر دی گئی ہے اور فرمایا :

لَمْ یَلِدْ o

نہ اس نے کسی کو جنا۔

اس سے باپ ہونے کی نفی ہے۔

وَ لَمْ یُولَدْ o

اور نہ وہ کسی سے جنا گیا۔

اس سے فرزند ہونے کی نفی ہے۔

وَلَمْ یَکُنْ لَّہٗ کُفُوًا اَحَدٌ o

اور نہ اس کا کوئی ہم سر ہے۔

یہ اس کے جفت ہونے کی نفی ہے؛ کیونکہ جفت برابری چاہتا ہے کہ خدا کی مانند ہو اور ان صفات میں کفو جائز نہیں ہے تا کہ صمدیت کو سزا (نقصان) لاحق نہ ہو۔(یعنی شانِ صمدیت برقرار رہے)۔

جاننا چاہیے کہ یہ سورہ تمام اقسامِ کفر وشرک کا رد کرتی ہے۔

اَقسامِ کفر :

کفر کی تین اقسام ہیں :

۱۔ تعطیل: معطلہ کہتے ہیں کہ جسم نہیں ہے۔

۲۔ تشریک: مشرکین کہتے ہیں کہ جسم ہے لیکن بت انباز (اوباش) ہے۔

۳۔ تشبیہ: مشبہ کہتے ہیں کہ مخلوق کی طرح ہے۔

رب تعالیٰ نے ان تینوں کا اس سورہ میں رد فرمایا ہے اور جو کوئی اس سورہ کو پڑھے گا اس کا دل پاک اور اعتقادِ توحید مستحکم ہو جائے گا۔

اہل سنت و جماعت کے مذہب میں ان تمام اقسام و انواعِ کفر سے خلاصی کا اظہار ہے اور اسی سورہ کی فضیلت سے ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس سورۂ مبارکہ کو پڑھنے والا شخص مغفور ہے۔

زاہدی سے بقدر حاجت نقل کیا ہے۔ تفسیر عزیزی میں کہتے ہیں کہ سورۂ اخلاص مکیہ ہے سردارانِ کفار کی ایک جماعت حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر کہنے لگی کہ آپ ہمارے خداؤں کی توہین نہ کریں اور عجز، ناتوانی اور دیگر عیوب ان کی طرف ثابت نہ کریں، آپ بتائیں کہ آپ کے خدا کی صفات کیا ہیں اور وہ کس چیز سے پیدا ہوا ہے اور کون سی چیز اس سے پیدا ہوئی ہے اس کی اصل و فرع کیا ہے؟۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سکوت فرمایا تو جناب جبرئیل علیہ السلام فوراً یہ سورہ لے کر نازل ہوئے۔ اور بعض روایات میں اس طرح آیا ہے کہ کافروں کے یہ سوال تھے کہ وہ کیا چیز ہے اور کیا کھاتا ہے وہ کہاں سے آتا ہے اور کہاں رہتا ہے اور خدائی کس سے میراث میں پایا ہے اور اس کا آگے کون وارث ہے جو میراث پائے گا اور اس کے کارخانۂ خدائی میں کتنے مشیر و معاون ہیں۔

اس مقام پر یہ بات پیش نظر رہنی چاہیے کہ آدمی کی معرفت کی انتہا درحقیقت ذاتِ الٰہی ہے کہ وہ اس ذات کے خواص لازمہ کا ادراک کر لے بس، کیونکہ ذات باری تعالیٰ بسیط ہے جو کسی لحاظ سے کبھی تجزی و تبعیض نہیں رکھتی اس کی مجعول علت یہ ہے :

قُلْ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! آپ فرما دیجیے: هَو اللّٰه

جو شخص آپ سے اس کی ذات کے بارے میں پوچھتا ہے بتا دیجیے کہ وہ صفات جامع

صفات کمال ہے کہ عالم میں جو کچھ ہے اس کو دیکھتا اور سنتا ہے۔ حیات، علم، ارادہ، قدرت، کلام، سمع، بصر اور دیگر جواہر و اعراض تمام اس کے آثار ہیں۔

اَحَدٌ

یگانہ (یکتا) ہے، شریک نہیں رکھتا ہے، نہ جز میں خواہ وہ جز عقلی ہو یا خارجی، بالفعل ہو یا تحلیلی۔

لفظ 'احد' تو صرف کمالِ اشارہ کے لیے وارد کیا ہے؛ کیونکہ 'واحد' تو شریک عددی کی نفی میں مستعمل ہوتا ہے نہ کہ اجزا کی نفی میں۔ جیسے کہتے ہیں کہ زید' انسانِ واحد ہے حالانکہ زید متجزی (تقسیم ہونے والا) ہے ہاتھ، پاؤں، آنکھ، کان میں اور اس کے اور بھی بہت سے اجزا ہیں پس اس کو احد نہ کہا جائے گا کیونکہ احد وہ ہے جس میں انقسام اصلاً جاری نہ ہو اور یہ معنی خاص اللہ تعالی سبحانہٗ کے لیے ہے۔

اللّٰہ الصَمَدُ

لفظ اللہ کو دوبارہ ذکر فرمایا، اس میں اشارہ ہے کہ اس بساطت کے باوجود وحدیت مجردہ کو اس کی صفاتِ کمال کے لیے ثابت کروں کیونکہ اس کی صمدیت ان صفات کا تقاضا کرتی ہے اور 'صمد' کے معانی حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمائے ہیں کہ صمد وہ ہے جو کسی کا محتاج نہ ہو تمام اس کے محتاج ہوں اور سلسلۂ وجود میں اس کی ذات کا صمدیت کے ساتھ موصوف ہونے کے بغیر چارہ نہیں؛ کیونکہ عالم میں سراسر محتاجی ہی کا مشاہدہ کیا جاتا ہے اور جب ہر چیز محتاج ہے تو ضروری ہے کہ ایک ایسی ذات ہو جس کی طرف اِحتیاج کی اِنتہا ہو اور وہ خود کسی دوسرے کا محتاج نہ ہو ورنہ سلسلۂ احتیاج کبھی منقطع نہ ہوگا۔

پس درحقیقت اس سورہ میں خواص حق تعالیٰ دو (2) بیان ہوئے ہیں :

ایک: اَحدیت

دوم: صمدیت

اور باقی صفات ان دونوں پر متفرع ہوتی ہیں۔

لَمْ یَلِدْ

نہ اس نے جنا۔

وَ لَمۡ یُوۡلَدۡ

اور نہ وہ جنا گیا کسی سے۔

اور جب وہ احد ہے تو

وَ لَمۡ یَکُنۡ لَہٗ کُفُوًا اَحَدٌ

اور کوئی اس کا ہم سر نہیں ہے۔

اس کے ہم سر کا نہ ہونا یہ اسی کی صفت ہے۔

کہتے ہیں کہ دنیا میں مذاہب باطلہ کے پانچ فرقے ہیں :

۱۔دہریہ:

سب سے پہلا دہریہ ہے جو کہتا ہے کہ عالم کا صانع کوئی نہیں ہے تو کس طرح مداد (فطرت) مجتمع ہوا اور صورتوں کی پذیرائی کیسے ممکن ہوئی۔جب مسلمان لفظ ''ھو'' زبان پر لاتا ہے تو دہریوں کے عقیدہ سے بیزار ہوتا ہے۔

۲۔فلاسفہ:

دوسرا فلاسفہ کا فرقہ ہے جو عالم کے لیے صانع مانتے ہیں لیکن (ان کے نزدیک صانع) صفت نہیں رکھتا۔

جب مومن لفظ ''اللّٰہ'' کا ذکر کرتا ہے تو تمام صفات کے استجماع پر دلالت کرتا ہے اور اس فرقہ کی باتوں سے خلاصی پالیتا ہے۔

۳۔مثنویہ:

تیسرا مثنویہ کا فرقہ ہے جو کہتا ہے کہ ایک صانع تمام عالم کے لیے کفایت نہیں کرتا، پس ضروری ہے کہ چند صانع ہوں۔

جب بندۂ مومن لفظ ''احد'' کو باری تعالیٰ کی صفات میں لاتا ہے تو اس شرک سے نجات پالیتا ہے۔

۴۔گمر ہانِ اہل کتاب:

چوتھا اہل کتاب یہود و نصاریٰ کے گمراہ ہیں جو اعتقاد رکھتے ہیں کہ صانع عالم دیگر مخلوقات کی طرح ہی ہے، بیوی اور بچے رکھتا ہے چنانچہ حضرت عزیر وعیسیٰ علیہما السلام کو بیٹے اورحضرت مریم سلام اللہ علیہا کی طرف زوجیت کی نسبت کرتے ہیں۔

جب مسلمان نے ''**لم یلد و لم یولد**'' کہا تو اس عقیدہ سے کلی طور پر دُور ہو گیا۔

اور اسی عقیدہ کی جنس سے تشبیہات یہود و نصاریٰ کی ہیں جو انہوں نے جناب باری تعالیٰ کے لیے ایجاد کی ہیں اور حق تعالیٰ کو مخلوقات کی طرح مختلف چیزوں (اولاد، بیوی، اعضا، مکان) سے پہچانتے ہیں۔ان تمام تشبیہات کی نفی کے لیے احتیاج ہے ایک صفت کی اور وہ مفہوم ''**صمد**'' سے پورا ہو جاتا ہے۔اور بقدر ضرورت یہ بات واضح ہو چکی ہے کہ حق تعالیٰ نے خود کو اجزا سے منزہ فرمایا مثل تمکن کے جو کہ ممکن کی صفت ہے اسی سورہ میں کما حقہٗ ارشاد فرمایا۔

جو کوئی حق سبحانہٗ کو مکان میں یا صاحب اجزا ہاتھ، پاؤں سے متصف سمجھتا ہے تو درحقیقت وہ وحدانیت وصمدانیت حق تعالیٰ پر ایمان نہیں رکھتا ہے،بعض اسی قسم کو عوام مجسمہ کہتے ہیں۔

تفسیر عزیزی سے ہمارا مذہب (اہل سنت) واضح ہے۔ کاش وہ تفسیر عزیزی کی ان عبارات کا مطالعہ کرتے تو ضلال واضلال پر مطلع ہو جاتے (یعنی خود بھی گمراہ نہ ہوتے اور نہ دوسروں کو گمراہ کرتے) تو کبھی بھی منشاے غلط کی طرف جادہ پیما نہ ہوتے -جیسا کہ ان کی تقریروں سے ظاہر ہے-اور ہرگز حق تعالیٰ کے لیے جوارح واعضا ثابت نہ کرتے۔

چنانچہ تفسیر بیضاوی، جلالین اور ہلالین میں اس مقام پر شانِ نزول کے بعد درج ہے کہ احدؔ **قل ھو اللّٰہ احد** میں جملہ صفات سلبیہ پر دلالت کرتا ہے جس طرح لفظ **اللّٰہ** صفاتِ وجودیہ پر دلالت کرتا ہے؛ کیونکہ وہ واحد حقیقی ہے جو اقسام ترکیب وتعدد سے پاک ہے اور وہ جسمیت، تمکن اور مشارکت کا لازمہ ہے۔**اللّٰہ الصمد** یعنی تمام حوائج میں اس کے محتاج ہیں اور وہ ہر وجہ اور چیز سے غنی و بے نیاز ہے کیونکہ **لم یلد** اس کا کوئی ہم جنس نہیں ہے اور نہ ہی

وہ کسی چیز کامحتاج ہےاور فنا سے مبرا ہےاور **ولم یولد** کیونکہ اوّل معلوم نہ ہوگا **ولم یکن له کفوا احد** کوئی شخص و چیز اس کے برابر ومثل نہیں ہے۔

مدارک و معالم میں بھی اسی طرح مذکور ہے؛ مگر صاحب معالم التنزیل نے کہا کہ احد و واحد میں کوئی فرق نہیں ہے۔

پس معلوم ہوگیا کہ تفسیر عزیزی اور کبیر نے جو فرق کیا ہے وہ اکثر کی رائے ہے چنانچہ عزیزی کی عبارت میں لفظ **اکثر** اس معنی کی خبر دیتا ہےاور جنہوں نے **اَحد و واحد** میں فرق نہیں کیا ان کے نزدیک **واحد**، جس پر حق سبحانہٗ کا اطلاق کرتے ہیں اس سے مراد **احد** ہے جو نا قابل انقسام و تجزی ہے کیونکہ مجمع بحارالانوار میں وارد ہے کہ **واحد** وہ ہے جو منفرد الذات، بے مثل و بے نظیر ہواور وہ جز نہ رکھتا ہواور نہ دو ہوں اور نہ ہی منقسم ہو۔

الیواقیت والجواہر میں آیا ہے کہ واحد وہ ہے جو منقسم نہ ہواور مخلوق کی مانند کسی وجہ سے بھی نہ ہو۔اور واحد کی چار اقسام ہیں ایک وہ ہے جو مکان نہ رکھتا ہواور نہ ہی تقسیم ہوتا ہو اور یہ واحد باری تعالیٰ ہے۔

ان تمام باتوں کا حاصل یہ ہے کہ ہر حال میں اللہ سبحانہٗ کی وحدانیت پر ایمان لانا چاہیے اور حق تعالیٰ کو متجزی و متمکن شمار نہ کیا جائے کیونکہ ایمان وقرآن کے خلاف ہے اس مقام پر کہ یہ سورہ مبارک تنزیہ کی اصل اور توحید کی بنیاد ہےاور ایمان اس سے کفر و الحاد کی جڑ اکھیڑ دینا ہے؛ لہٰذا شارع علیہ السلام جو دین اسلام کے موجد ہیں آپ علیہ السلام نے اس سورہ کی تلاوت کا بکثرت ثواب فرمایا اور اُمت کو اس کی بہت زیادہ تعلیم وتعلّم کی ترغیب دلائی ہے۔

احادیث درفضائل سورۂ اِخلاص

چنانچہ بہت سی احادیث میں اس کا معنی واضح ہے۔ان احادیث میں سے بخاری وغیرہ نے ابوالدرداء سے اور مسلم وغیرہ نے ابی سعید سے روایت کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم میں سے کوئی رات کو قرآن کا تیسرا حصہ تلاوت کرے۔

صحابہ کرام نے عرض کی: رات کو تیسرا حصہ کس طرح میسر آسکتا ہے؟۔

یعنی تکلیف سے خالی نہیں اگر ہر رات پڑھا جائے۔

فرمایا: **قل هو اللّٰه احد** ثواب وفضیلت میں قرآن کے تیسرے حصہ کے برابر ہے۔

اس کا ترجمہ فارسی مشکوٰۃ سے ہے۔

حق سبحانہٗ وتعالیٰ اس کا ثواب خود ثلث قرآن کی تلاوت کے برابر عطا فرماتا ہے ناقص کو کامل کے ساتھ الحاق کرنے کے اعتبار سے۔

اور وہ فرماتے ہیں کہ قرآن میں قصص، احکام اور توحید کا بیان ہے اور قل ھو اللہ احد توحید کے بیان پر مشتمل ہے۔ تفسیر عزیزی میں ہے کہ اس کی افضلیت کی وجہ یہ ہے کہ مقصد قرآن ان تین چیزوں سے باہر نہیں :

ا۔ یا معرفت ذات الٰہی ہے۔

۲۔ یا آسمانی کتب کے نازل ہونے کے طریق ووصول کی معرفت اور رسولوں تک ان کا پہنچانا اور ان کی شرائع کا بیان ہے۔

۳۔ یا پھر اس کا اطلاق جنت ودوزخ میں اس کے وصول ہونے کے بعد کی حاجت پر ہے۔

اور یہ سورہ ایک قسم کو کافی ہے اور اس کو تمام نے نقل کیا ہے۔ ایک حدیث مبارکہ جسے امام مالک، ترمذی اور نسائی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے لوگوں نے کہا کہ ایک شخص قل ھو اللہ احد کو پڑھتا رہتا ہے پس آپ نے فرمایا: واجب ہوگئی۔

میں نے عرض کیا: کیا واجب ہوگئی؟۔

فرمایا: بہشت واجب ہوگئی۔

سورۂ اخلاص کی تلاوت کی برکت سے کفر والحاد سے نجات ہے اور اس کا قاری جنت میں جائے گا۔

ایسی ہی ایک اور حدیث ترمذی وغیرہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ

ایک شخص نے عرض کی: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ! بے شک میں سورہ اخلاص کو دوست رکھتا ہوں۔تو آپ نے ارشادفرمایا: تیرااس سورہ سے دوستی رکھنا تجھے جنت میں لے جائے گا۔

اگرچہ صرف یہی سورہ اخلاص' رب الناس کی تقدیس وتنزیہ کی سند کے لیے کافی ہے؛ مگر بعض آیات اسی معنی کی بھی مسطور ہیں تا کہ اس نو مجسمہ کی تبکیت بوجوہِ احسن ہو جائے جو کہتے ہیں کہ کوئی شخص قرآن مجید سے تنزیہ باری تعالیٰ کومعلوم نہیں کرسکتا اور ہم اُمید کرتے ہیں کہ اللہ ان کو ہدایت نصیب کرے گا۔ان شاءاللہ الہادی

حق تعالیٰ نے سورۂ شوریٰ میں اپنی صفت خالقیت کو بیان فرمایا ہے کہ خدا تعالیٰ نے آسمانوں اور زمینوں کو اپنی حکمت بالغہ سے پیدا فرمایا اور تمہارے لیے تمہاری ہی جنس کو اس سے لاحق کیا چنانچہ ہماری ماں حوا کو ہمارے باپ آدم علیہ السلام کے پہلو سے پیدا فرمایا اور چوپایوں کی گونا گوں اقسام کو بکثرت نر و مادہ کی شکل میں پیدا فرمایا،اور نر و مادہ کی صورت میں پیدا کرنے کا مقصد توالد و تناسل ہے اس جگہ سامع کے دل میں شبہ پیدا نہ ہو کہ شاید ہر چیز کا خالق بھی نر و مادہ کی جنس سے ہے (اسی لیے) مخلوقات بھی متشابہ ہے۔

پس اس وہم کو دور کرنے کے لیے ارشادفرمایا :

لَیۡسَ کَمِثۡلِہٖ شَیۡءٌ وَ ھُوَ السَّمِیۡعُ الۡبَصِیۡرُ o

اس سبحانہٗ کی مانند و مثل مخلوقات میں سے کوئی شے نہیں خواہ مخلوق علوی ہو یا سفلی،نوری ہو یا ناری؛ کیونکہ مخلوق کی خالق کے ساتھ مماثلت ومشابہت نامناسب ہے اور وہ ان ناشائستگیوں سے مبرا ہے اور اسی لحاظ سے وہ سننے والا (سمیع) اور خوب دیکھنے والا (بصیر) ہے۔

تفسیر مدارک میں لکھا ہے: لَیۡسَ کَمِثۡلِہٖ شَیۡءٌ -بعض کہتے ہیں کہ کاف برائے تاکید نفی تماثل ہے اور اصل کلام یہ ہے لَیۡسَ کَمِثۡلِہٖ شَیۡءٌ یعنی اللہ سبحانہٗ کی مانند کوئی شے نہیں ہے۔ اور بعض کہتے ہیں کہ مثل زائد ہے یعنی لَیۡسَ کَھُوَ شَیۡءٌ چنانچہ اس آیت میں فَاِنۡ اٰمَنُوۡا بِمِثۡلِ مَا آمَنۡتُم 'یعنی پس اگر وہ ایمان لائیں جس طرح تم ایمان لائے ہو-لفظ 'مثل' زائد ہے اور اس کی وہ دو توجیہ بیان کرتے ہیں :

ا۔ اس آیت سے مقصود نفی مثلیت ہے اور یہ مرادان توجیہ میں سے کسی ایک کے ساتھ

بھی جائز نہیں ہے۔اور بعض کہتے ہیں کہ تقدیر کلام اس طرح ہے کہ **لیس کذاتہٖ شیی** (اس کی ذات کی طرح کوئی شے نہیں) جیسا کہ اہل عرب کسی سے بخل کی نفی کرتے ہیں تو بطریق مبالغہ کہتے ہیں :

مثلک لایبخل .

تیرا مثل بخل نہ کرے گا۔

پس اس جگہ از روے کنایہ اس شخص سے بخل کی نفی کی گئی ہے، جب بخل اس کے قائم مقام تک نہیں پہنچ سکتا تو پھر اس تک بدرجۂ اولیٰ نہیں پہنچ پائے گا پس **لیس کاللّٰہ شیی ء** اور **لیس کمثلہٖ شیی ء** برابر ہے مگر اس میں مفاد کنایۃً ہے اور یہ آیات حق تعالیٰ سے نفی مماثلت کا اعلان کر رہی ہیں چنانچہ آیت :

بَلْ يَدَاهُ مَبْسُوطَتَانِ o

جیسا کہ اس کا معنی تو یہ ہے کہ خدا عزوجل بہت زیادہ بخشنے والا ہے۔

اور اس جگہ عضو دست (ہاتھ) اور فراخی متصور نہیں ہے کیونکہ یہ کلام اس کی بخشش کا ہے یہاں حق تعالیٰ کو بخشنے والا کہا گیا ہے خواہ اس کا ہاتھ ہو یا نہ ہو۔

اسی طرح یہ کلام بھی اس کی نفی مماثلت کے لیے ہے خواہ اس کی مثل ہو یا نہ ہو :

وَ هُوَالسَّمِيْعُ

اور وہ سننے والا ہے تمام مسموعات کا بغیر کان کے۔

الْبَصِيْرُ .

بغیر آنکھ کے تمام مبصرات کا خوب دیکھنے والا ہے۔

اور یہ اس لیے فرمایا کہ حق تعالیٰ سے نفی مماثلت کے سبب نفی صفات نہ سمجھیں اور اس کی صفات کو مخلوق کی صفات پر قیاس نہ کریں۔

الإتقان فی علوم القرآن میں اسی طرح کا بیان ہے جیسا کہ مدارک میں عیاں ہے اور بعض فوائد جو اس سے زائد ہیں یوں ہیں کہ ابن جنی نے کہا کہ کاف زائد برائے تاکید نفی

مثلیت ہے کیونکہ حروف کی زیادتی بمنزلہ تکرار جملہ ہوتی ہے یعنی تقدیر کلام اس طرح سے ہے:

لیس مثله شیئ لیس مثله شیئ

دوبار حق تعالیٰ سے نفی مثل کی گئی تاکہ مثلیت کا شائبہ یکسر نہ رہے۔

امام راغب نے کہا کہ کاف اور مثل کے درمیان نفی تاکید کو اس لیے جمع کیا گیا ہے تاکہ حق تعالیٰ کے لیے مثل اور کاف مثلیہ کو اِستعمال کرنا جائز نہ ہو لہٰذا دونوں لیس کی نفی کردی گئی۔

اور شیخ عزالدین بن عبدالسلام نے کہا کہ لفظ '**مثـــل**' سے مراد ذات ہے جیسا کہ کہا جاتا ہے :

مثلک لا یفعل هذا .

تو اس کام کو نہیں کرے گا۔

چنانچہ شاعر نے کہا ۔

ولم أقل مثلک اعنی بـه

سـواک یا فرد بلا مشبه

اور میں تیری مثل تیرے غیر کے ارادہ سے نہیں کہتا کیونکہ تُو بلا شبیہ و یگانہ ہے۔

پس اصل آیت اس طرح ہوگی :

لیس کذاته شیئ .

تیری ذات کی مثل کوئی شے نہیں۔

اور امام راغب نے کہا کہ اس آیت میں مثل بمعنی صفت ہے اور اس کا معنی یہ ہے کہ اللہ سبحانہٗ کی صفت کی مثل کوئی نہیں اس کے ساتھ نسبت صفت تنبیہ کے لیے ہے کیونکہ آدمیوں کی ہیئت صفات حق تعالیٰ سے متصف ہیں مگر حق تعالیٰ کی صفات ان لوگوں کی صفات کے طبق سے نہیں ہیں۔

وَلِلّٰهِ الْمَثَلُ الأَعْلیٰ o

اور اسی طرح کی تحقیق بیضاوی، معالم اور تفسیر حسینی میں بھی ہے۔ اور علما بھی کہتے ہیں کہ

تقدیس وتنزیہ میں اصل کلمہ تسبیح ہے۔جاننا چاہیے کہ حق تعالیٰ نے قرآن مجید کی متعدد آیات میں بکثرت اس لفظ کو مختلف صیغ (جمع صیغہ) میں استعمال فرمایا ہے چنانچہ لفظ ''تسبیح'' دو جگہ آیا ہے اور ''سبحان'' ۱۷ جگہ ہے ''سبحانک'' ۹ مقامات پر اور ''سبحانہٗ'' ۱۴ مقامات پر۔

سَبَّحَ	ماضی		۳ بار
سَبِّحْ	امر		۱۲ بار
سَبِّحْهُ			۳ بار
سَبِّحُوْا		جمع	۳ بار
يُسَبِّحُ		مضارع	۷ بار
يُسَبِّحُوْنَ		جمع	۷ بار
يُسَبِّحُوْنَهٗ			۱ بار
يُسَبِّحْنَ			۲ بار

اور تُسَبِّحُ، تُسَبِّحُوْا، تُسَبِّحُوْنَ، نُسَبِّحُ، نُسَبِّحُكَ............ایک ایک بار کلام رحمٰن میں ہیں اور یہ ۸۵ آیات ہیں جو تسبیح وسبحان پر مشتمل ہیں لٰہذا تمہیں معنی تسبیح کے معتبر تفاسیر سے سننا چاہیے۔

اتقان میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما جو حبیب رحمٰن صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت کے مطابق 'ترجمانِ قرآن' ہیں، ان سے روایت ہے کہ '' سبحان اللّٰہ'' کا معنی یہ ہے کہ حق تعالیٰ ہر قسم کی برائی اور ناشائستگی سے منزہ ہے۔

اور تفسیر عزیزی میں '' سبحانہٗ'' کا معنی یہ تحریر ہے- اور اسی معنی کے موافق روایت حاکم وبیہقی نے نقل کی ہے- ذات باری تعالی ہر نالائق و ناشائستہ شے سے منزہ ہے۔حاکم و بیہقی نے حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے :

سئلت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم عن تفسیر سبحان اللّٰہ فقال هو تنزیہ اللّٰہ من کل سوء .

میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ''سبحان اللّٰہ'' کی تفسیر کے بارے میں سوال کیا تو فرمایا: اللہ عزوجل ہر برائی سے منزہ ہے۔

ابن ابی حاتم نے حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ ''سبحان اللّٰہ'' اسم ہے۔

لا یستطیع الناس ان یتخذوہ .

اس کلمہ کو مخلوق اپنے حق میں استعمال نہیں کرسکتی کیونکہ ہر نالائق (قبیح، ناشائستہ) شے سے پاکی صرف لائق خالق ہے۔

اور مدارک، بیضاوی، جلالین، مجمع بحارالانوار وغیرہا میں اسی طرح مذکور ہے پس ثابت ہوا کہ تمکن اور اعضا جو کہ جسم کو لازم ہیں بارگاہِ احدیت کے شایانِ شان نہیں اور حق تعالیٰ ان تمام سے منزہ ہے اور اس جگہ وحدانیت تنزیہ کے بعد متصور نہیں ہے اور حق تعالیٰ کو تنزیہ لائق شان ہے اور اسی کی ذات کے لیے یہ کلمات مندرج ہیں۔

فضائل تسبیح

لہٰذا صحیح احادیث میں ان کو پڑھنے کا بے حساب ثواب عطا فرمانے کا وعدہ فرمایا ہے چنانچہ شیخین (امام بخاری و مسلم)، ابن ماجہ وغیرہم نے بروایت حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ درج ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

دو کلمے زبان پر بہت آسان ہیں میزان پر بھاری ہیں؛ کیونکہ اعمال میزان پر بروز قیامت اجسام کی صورت میں پیش کیے جائیں گے۔ اس کو طیبی نے شرح مشکوٰۃ میں نقل کیا یا صحائف اعمال کا وزن کیا جائے گا۔ اس کو ملا علی قاری نے بیان کیا اس کو پڑھنے والا رحمٰن کے نزدیک محبوب ہے۔ اس کو زمانی نے نقل کیا جیسا کہ مجمع میں ہے۔

(اس کی محبوبیت کی وجہ یہ ہے) کیونکہ یہ حق تعالیٰ کے شریک، بیٹا، بیوی اور ہر قسم کے نقصان سے پاکی پر مشتمل ہے اور مخلوقات کی ہر قسم کی صفات سے منزہ ہے اس کو نووی نے نقل کیا اور وہ دو کلمے ہیں:

سبحان اللّٰہ و بحمدہٖ سبحان اللّٰہ العظیم .

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ حق تعالیٰ کے سوا اس تسبیح کا ثواب کوئی نہیں جانتا۔

یہ بات مخفی نہ رہے کہ اسی حدیث مبارکہ کے ترتیب فقراتِ بخاری کی بعض روایات میں اس طرح ہیں جیسا کہ ترجمہ کیا گیا اور بعض روایات میں

حبیبتان الی الرحمٰن .

مقدم واقع ہوا ہے۔

اور اسی طرح ایک حدیث مبارکہ جسے شیخین ، ترمذی، ابن ماجہ وغیرہم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

جوکوئی ہر روز سو(100)بار **سبحان اللّٰہ و بحمدہ** کو پڑھے گا اس کے تمام گناہ خواہ دریا کے برابر ہوں معاف کر دیے جائیں گے۔

صحیحین میں ہے :

حطت خطایاہ .

اس کے گناہ مٹا دیے گئے۔

اور صحیح ترمذی وابن ماجہ میں ہے :

غفرت خطایاہ .

اس کے گناہ بخش دیے گئے۔

آیا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اور تمام اُمت حبیب علیہ التحیۃ والثناء کو رحمٰن کی تقدیس وتنزیہ پر سلامتی ایمان عطا فرمائے۔

پروردگار ان کلمات کی تلاوت سے ہمیں سعادت مند فرمائے اور تقصیرات پر معافی عطا فرما کر آخرت میں اپنی شایانِ شان اجر عطا فرمائے۔آمین۔

بیان احادیث تنزیہ

جب اس قدرے قلیل تنزیہ رب جلیل کتاب اللہ میں مسطور ہے تو مناسب ہے کہ معنیٰ مذکورہ کے موافق بعض احادیث بھی بیان ہو جائیں۔

بخاری وغیرہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ رب العزت ارشاد فرماتا ہے :

کذبنی ابن آدم و لم یکن له ذلک و شتمنی و لم یکن له ذلک فاما تکذیبه إیای فقوله لن یعیدنی کما بدأنی و لیس اوّل الخلق بأهون علي من إعادته و اما شتمه إیای فقوله اتخذ اللّٰه ولدا و أنا الأحد الصمد ولم ألد ولم أولد ولم یکن لی کفوا أحد .

یعنی ابن آدم مجھے جھوٹی تہمت لگاتا ہے اور ہرگز یہ اس کے لائق نہیں اور وہ مجھے گالی دیتا ہے اور یہ اس کو ہرگز مناسب نہیں ہے، جھوٹی تہمت مجھے یوں لگاتا ہے کہ میں ہرگز آخرت میں اس کو زندہ نہ کروں گا حالانکہ میں سب سے پہلے پیدا فرمانے والا ہوں اور دوسری بار پیدا کرنا مجھے پہلی بار سے دشوار نہیں ہے تاکہ اس کے دل کا یہ شبہہ زائل ہو۔اور وہ گالی اس جہت سے دیتا ہے کہ میرا پروردگار جانداروں اور انسانوں کی طرح اولاد رکھتا ہے حالانکہ میں خدائے یگانہ ہوں، بے نیاز ہوں، نہ میں نے جنا، اور نہ ہی مجھے کسی نے جنا اور نہ ہی کوئی میرا ہم سر ہے۔

اور ایک روایت میں ہے :

وانا الصمد الذي لم یلد و لم یولد و لم یکن له کفوا أحد .

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت میں ہے :

و اما شتمه إیای فقوله لی ولد فسبحانی ان اتخذ صاحبة او ولدا .

اس کا ترجمہ تفسیر عزیزی سے نقل کیا گیا کہ صحیح بخاری اور دیگر صحاح میں حضرت ابن

عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ایک حدیث قدسی میں آیا کہ پروردگار عالم نے فرمایا کہ انسان مجھ پر تہمت ودروغ باندھتا ہے حالانکہ یہ اسے کسی طرح زیب نہیں دیتا، یوں ہی وہ مجھے گالی دیتا ہے اور یہ بھی اسے زیبا نہیں۔ تہمت ودروغ تو یوں کہ کہتا ہے: میں اسے آخرت میں دوبارہ زندہ نہ کروں گا حالانکہ دوبارہ زندہ کرنا میرے لیے تخلیق اول سے زیادہ آسان ہے۔ اور گالی اس معنی میں کہ میں انسانوں اور جانوروں کی طرح اولا د رکھتا ہوں، حالانکہ میں یگانہ و بے نیاز خدا ہوں، نہ میں نے جنا اور نہ ہی مجھے کسی نے جنا اور نہ ہی کوئی میرا ہمسر ہے۔

اس حدیث میں قولِ مجسمہ کے بطلان پر پانچ دلائل کا اشارہ ہے :

اول: احدیت جو تبعیض و تجزی کے منافی ہے اور اولا د آدمی کے نطفہ کے جدا ہونے کے بغیر متولد نہیں ہوتی۔

دوم: صمدیت احتیاج کے منافی ہے اور اولا د کا ہونا احتیاجی کا متقاضی ہے۔

سوم: **لم یلد**۔ کیونکہ تولد میں بچہ ایک حال سے دوسرے حال میں منتقل ہوتا رہتا ہے، والد اس کو مباشرت کے ذریعہ سے رحم مادر میں پہنچاتا ہے، حق تعالیٰ تو قدیم ہے وہ تغیر سے مطلقاً بری ہے۔

چہارم: **لم یولد**۔ جو بھی جنتا ہے لازماً وہ بھی جنا گیا ہوتا ہے یا حکم زائدہ میں ہوتا ہے۔

پنجم: **لم یکن له کفواً احد**۔ کیونکہ اولا د درحقیقت زوج اور زوجہ کے بغیر ممکن نہیں اور زوج وزوجہ اور ولد باہم برابر ہم سر ہوتے ہیں پس جو ہم سر نہ رکھتا ہو وہ ولد بھی نہیں رکھتا ہے اور عندالتحقیق تصدیق خدائی جو کہ مقتضائے یکتائی ہے اس خیال کے لیے یہ مانع کافی ہے۔

پس ثابت ہوا کہ اعضا جو کہ تبعیض و تجزی سے عبارت ہے اور تمکن جو مقتضائے احتیاج ہے اور نزول وانتقال جو موجب تغیر قدیم ہے حق سبحانہ کی احدیت، صمدیت اور عدم ولدیت کے منافی ہے اور تصدیق معنی خدائی خام کے لیے مانع ہے اور صارف کے لیے وافی ہے اگر وہ کہتا ہے کہ اعضا اور مکان فہم سے خارج ہیں اور ہم ممکنات کی مثل بھی نہیں کہتے ہیں۔

اس کو جواب یہ دیا جائے گا کہ نصاریٰ و یہود بھی پسر، زن، زمان اور مکان کو مخلوقات کی مثل نہیں کہتے ہیں جبکہ وہ اس مثلیت کو عقل وفہم کے دائرہ سے بالا کہتے ہیں اور وہ اہل کتاب حق تعالیٰ کو احد وصمد جانتے ہیں جیسا کہ مخفی نہیں ہے؛ مگر قرآن وحدیث میں ان کی تکذیب و تکفیر اور اشد عذاب فرمایا گیا ہے کیونکہ ان ناشائستہ کلمات اور صفات کائنات کا اطلاق حق تعالیٰ کی شانِ احد وصمد میں نہیں کرنا چاہیے۔ لہٰذا اس پر غور وفکر کرو۔

تعیین اِسم اعظم

بارگاہِ قدسیت میں اَحدیت وصمدیت غایت درجہ قبولیت ہے۔ چنانچہ ترمذی وابوداؤد وغیرہ حضرت بریدہ اسلمی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں ایک شخص عرض کرتا ہے میں اپنے خدا سے آپ کے وسیلہ سے جو آپ نے کلمات بتائے دعا مانگتا ہوں :

أنت اللّٰه لا إله إلا أنت الأحد الصمد الذي لم يلد ولم يولد ولم يكن له كفوًا أحد .

تو معبود ہے تیرے سوا کوئی معبود نہیں تو احد، صمد ہے جو نہ جنا گیا اور نہ ہی اس سے کوئی جنا گیا اور نہ ہی کوئی اس کا ہم سر ہے۔

یہ سن کر آپ نے فرمایا کہ یہ شخص حق تعالیٰ کو اسم اعظم سے پکارتا ہے جب اس کو حق تعالیٰ سے کوئی کام درپیش ہوتا ہے تو حق تعالیٰ اس کو پورا فرمانے کے لیے اس کو یہ کلمات عطا فرماتا ہے اور جب وہ حق تعالیٰ کو اس نام سے پکارتا ہے تو اجابت ظاہر ہو جاتی ہے یعنی لبیک جواب میں فرماتا ہے۔

علمائے کرام کے اسم اعظم کی تعیین میں اقوال ہیں۔

سیوطی نے ابن حجر عسقلانی سے نقل کیا ہے کہ ارجح قول یہ ہے کہ تمام اسم اعظم ہیں۔ تمام روایات جو اسم اعظم کے لحاظ سے وارد ہیں ان کے تمام اقوال کی یہ حدیث سند ہے۔ اس کو شیخ عبدالحق دہلوی علیہ الرحمۃ نے ترجمہ اشعۃ اللمعات میں نقل کیا۔ اور تنزیہ کی تمام

احادیث شیخین سے ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت سے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلی عترتہ وسلم نے معاذ رضی اللہ عنہ کو روانہ فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا :

تم اہل کتاب کے پاس جارہے ہو سب سے پہلے ان کو حق تعالیٰ کی عبادت کی طرف بلانا۔ جب وہ حق تعالیٰ کی معرفت حاصل کرلیں یعنی وہ تنزیہ احد پر ایمان لے آئیں پھران کو خبر دینا کہ حق تعالیٰ نے ان پر شب وروز میں پانچ نمازیں فرض کی ہیں۔ جب وہ نماز پڑھنا شروع کردیں تو ان کو بتانا کہ حق تعالیٰ عزوجل نے ان پر زکوٰۃ فرض کی ہے کہ ان مال دار افراد سے لے کر فقرا کو دی جائے۔ جب وہ تمہاری فرماں برداری کرنے لگ جائیں یعنی زکوٰۃ ادا کرنے لگ جائیں تو ان سے زکوٰۃ لو اور ان کے عمدہ اَموال سے پرہیز کرنا۔

امام نووی شارح صحیح مسلم قاضی عیاض سے نقل کرتے ہیں کہ صحیحین کے شارحین فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ اہل کتاب کو معرفت الٰہی حاصل نہیں ہے اور یہ بھی مذہب اذکیاے علماے عقائد کا ہے کیونکہ انہوں نے حق تعالیٰ کو پہچانا نہیں جس چیز کو انہوں نے مشابہ بنایا اور اس کی جسمیت کے قائل ہوئے اور اولاد، بیوی، مکان، انتقال، امتزاج کے وہ قائل ہوئے پس اس حالت میں ان لوگوں کے معبود وہ تمام ہیں جن کی وہ پرستش کرتے ہیں حق سبحانہٗ وتعالیٰ نہیں ہے اگرچہ یہ اس کو خدا کے نام سے پکارتے ہیں کیونکہ خدا تعالیٰ ان صفات سے متصف نہیں ہے پس شیخ محقق نے اس نکتہ کو جانا اور اس پر اعتماد کیا اور جو معنی میں نے اپنے متقدمین شیوخ سے جانا بیان کردیا۔

جو کوئی حق تعالیٰ کی جسمیت، تمکُّن کا قائل ہو یا کسی چیز سے اس کو تشبیہ دے تو وہ حق تعالیٰ کی معرفت حاصل نہ کرسکے گا

اس حوالے سے بخاری نے انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وعلی عترتہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ لوگوں کا کیا حال ہے کہ حالت نماز میں آسمان کی طرف اپنی

نظروں کو جمائے رکھتے ہیں۔آپ علیہ السلام نے اس باب میں ان پر سختی فرمائی کہ وہ اس کام سے باز آئیں کہیں ان کی نظرا چک نہ لی جائے۔

امام مسلم نے حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ لوگوں کو حالت نماز میں اپنی نظر آسمان کی طرف نہیں اٹھانی چاہیے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ ان کی نظرا چک لی جائے۔

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ علیہ السلام کا ارشاد مبارک ہے کہ لوگوں کو حالت نماز میں وقت دعا آسمان کی جانب نظر نہیں اٹھانی چاہیے لیکن ان کی بینائی نہ چھن جائے۔

ابوداود، نسائی، ابن ماجہ میں ابن عمر، انس اور جابر رضی اللہ عنہم سے اسی طرح احادیث مروی ہیں۔

طیبی نے کہا کہ اس جگہ خبر بمعنی امر ہے یعنی کہ اپنی نظر کو اٹھانے سے باز آنا چاہیے اور یا پھر حق تعالیٰ کی طرف سے نظر کے اچک لینے کا معاملہ ظہور پذیر ہوگا اور اس کو مجمع الزوائد وغیرہ نے نقل کیا۔قسطلانی اور مرقاۃ میں ہے کہ یہ احادیث اس آیت کی مثل ہیں :

تُقَاتِلُوْنَهُمْ اَوْ يُسْلِمُوْنَ ۝ (سورۂ فتح:۴۸/۱۶)

تم ان سے جنگ کرو یا وہ اسلام لے آئیں۔

یعنی احدالامرین مطلوب ہے یا تمہارا جنگ کرنا یا ان کا اسلام قبول کرنا پس ان چھ احادیث جن میں سے پانچ صحاح سے ہیں نماز میں نظر کو آسمان کی طرف بلند کرنے سے منع کیا اور شدید وعید فرمائی ہے اور تمام امت کا اس امر کی ممنوعیت پر اتفاق ہے۔اس کو نووی، قسطلانی اور مولانا قاری نے مرقاۃ میں فرمایا کہ باوصف اس کے حالت نماز میں آسمان کی جانب نظر نہیں کرنی چاہیے۔اس قدر شدید وعید اس لحاظ سے فرمائی ہے کہ خاص طور پر حالت نماز میں دعا کے وقت آسمان کی طرف نظر اٹھانا اس بات کا وہم ڈالتا ہے کہ حق تعالیٰ تو مجیب الدعوات ہے جہت علو میں ہے حالانکہ حق

سبحانہٗ وتعالیٰ جملہ جہات سے پاک ومبرا ہے۔(۱)

مولوی خرم علی ان لوگوں (مجسمہ) کے پیشواؤں میں سے ہیں انہوں نے شرح مشارق میں لکھا ہے کہ نماز میں دعا کے وقت آسمان کی طرف نگاہ اٹھانا درست نہیں اس واسطے کہ حق تعالیٰ مکان سے پاک ہے۔مظاہر حق میں اسی حدیث کے تحت مرقاۃ کی عبارت نقل کی ہے اور سید جمال الدین کے حاشیہ مشکوٰۃ میں ہے کہ اور نماز میں مطلق نظر اوپر اٹھانی مکروہ ہے مخصوص وقت دعا کا اس لیے کہ وہم آجاتا ہے کہ اس کا اللہ تعالیٰ کے لیے مکان معین ہے اور وہ پاک ہے مکان اور مکانیت سے۔

جب یہ تنزیہ وتقدیس قرآن وحدیث سے ثابت ہے،تو پیشوایانِ اہل سنت نے عقائد تنزیہ منعقد فرمائے اور امت کو درستگیِ وتقویت ایمان سکھائی۔ چنانچہ وہ عقائد کتب دینیہ میں مذکور ہیں استشہاداً بعض عبارات تحریر کی جاتی ہیں۔

عباراتِ کتب عقائد

امام فضل اللہ تورپشتی جن کو اہل سنت اپنا پیشوا تسلیم کرتے ہیں اور ان کی تعداد کتب دینیہ ہزاروں کی تعداد میں ہیں وہ اپنی کتاب المعتمد فی المعتقد میں لکھتے ہیں :

> خدا ایک ہے اور وہ قدیم ہے۔کوئی چیز اس کی مثل نہیں ہے۔ اس کی تمام صفات باکمال ہیں۔ ہر وہ چیز جس سے اس میں نقص ہو اس سے وہ پاک ومنزہ ہے۔وہ جسم جوہر عرض نہیں ہے اور زمان ومکان میں مقید نہیں ہے۔ملتقطاً

(۱) قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ حالت نماز میں آسمان کی طرف نظر اٹھانا مکروہ ہے اس کو فتح الباری میں لکھا ہے اور علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ اس کے اسباب نزول میں ایک روایت حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک شخص نماز کی حالت میں آسمان کی طرف نظر نہیں اٹھاتا ہے پس نازل ہوئی :

الَّذِیْنَ هُمْ فِی صَلٰوتِهِمْ خَاشِعُوْنَ o

(جو لوگ اپنی نمازوں میں خشوع وخضوع کرتے ہیں)

اور نظر کو اٹھانا یہ خشوع کے منافی ہے۔امام نووی،قسطلانی اور ملا علی قاری نے کہا کہ نماز کی حالت میں آسمان کی طرف نظر کرنا اس کو خارج نماز نہیں کرتا ہے قاضی شرع اور بعض دیگر نے اس کو جائز رکھا ہے اکثر علماء کہتے ہیں کیونکہ آسمان قبلۂ دعا ہے جیسا کہ کعبہ نماز کا قبلہ ہے۔۱۲ منہ عفی عنہ

امام شعرانی کا عقیدہ

عارف شعرانی عالم حقانی اپنی کتاب الیواقیت والجواہر فی بیان عقائدالاکابر میں فرماتے ہیں :

خدا ایک ہے نہ وہ تقسیم ہوتا ہے اور نہ مکان میں مقید ہے۔ اس کی حقیقت حقائق مخلوقات سے مختلف ہے اور وہ ہرگز کسی مکان میں نہیں جیسا کہ وہ زماں میں نہیں ۔ملتقطاً

امام غزالی کا عقیدہ

کتاب حیات الذاکرین میں امام غزالی کی کتاب الاقتصاد فی الاعتقاد سے نقل کیا ہے :

وہ واحد وقدیم ہے، جو ہر جسم وعرض نہیں۔ وہ حد میں محدود نہیں ہے اور نہ جہت کے ساتھ مخصوص ہے۔

ملا علی قاری کا عقیدہ

فقہ اکبر اور اس کی شرح میں مولانا قاری سے مسطور ہے کہ مخلوقات میں سے کوئی چیز اس کے مشابہ نہیں ۔حق سبحانہٗ شے ہے لیکن دیگر اشیا کے مثل نہیں یعنی حق تعالیٰ اپنی ذات وصفات کے ساتھ موجود ہے مگر مخلوقات کی مانند ذات وصفات نہیں ۔اور یہ بات پیش نظر رہے کہ حق تعالیٰ امکنہ میں سے کسی مکان میں ہے اور نہ ازمنہ میں سے کسی زمانے میں مقید ہے؛ کیونکہ مکان وزمان مخلوقات سے ہیں حق تعالیٰ ازل میں تھا اور کوئی چیز اس کے ہم راہ نہ تھی پس حق سبحانہٗ محدود ہے نہ معدود، نہ مصور نہ متبعض ، نہ متجزی نہ مرکب ، نہ متناہی اور نہ ہی کسی علوی وسفلی مکانات میں سے کسی مکان میں متمکن ہے۔ یوں ہی حق تعالیٰ پر کوئی زمانہ جاری نہیں ہوتا؛ جیسا کہ مشبہ ومجسمہ کو وہم آتا ہے۔

امام ربانی مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ کا عقیدہ

امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی مکتوب ۲۴۴ جلد اوّل عقائد اہل سنت کے بیان میں

لکھتے ہیں :

حق تعالیٰ جمیع صفات نقصان اور سمات حدوث سے منزہ ومبرا ہے، نہ جسم وجسمانی ہے اور نہ ہی مکانی وزمانی۔

اور اپنے مکتوب ۶۷ میں لکھتے ہیں :

زمان ومکان وجہت کو حق تعالیٰ میں گنجائش نہیں کہ یہ تمام مخلوق ہیں۔(۱)

امام شکور سالمی علیہ الرحمہ کا عقیدہ

امام شکور سالمی نے تمہید میں کہا :

صانع عالم واحد ہے۔ قدیم بالذات ہے۔ بصفات جوہر نہیں کہ مکان کا محتاج ہو۔ عرض نہیں کہ محل کا محتاج ہو اور جسم نہیں کہ اس کے اعضا ہوں۔

شاہ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ کا عقیدہ

شاہ عبدالحق محدث دہلوی تکمیل الایمان میں فرماتے ہیں :

پروردگار عالم جسم نہیں ہے اور نہ جوہر یعنی تن ہے، نہیں عرض۔ یوں ہی وہ مصور نہیں کہ اس کی شکل وصورت ہو۔ مرکب نہیں کہ پارہ پارہ باہم پیوستہ ہوں۔ محدود ومعدود نہیں یوں ہی کسی جہت میں نہیں یعنی اوپر نیچے پیچھے آگے بائیں دائیں۔ اور کسی جگہ میں مقید نہیں، نہ کسی زمانہ میں؛ کیونکہ یہ تمام صفات عالم سے ہیں اور پروردگار عالم پر صفات عالم کو قیاس نہیں کیا جا سکتا۔

قاضی ثناء اللہ پانی پتی علیہ الرحمہ کا عقیدہ

مالا بدمنہ میں مرقوم ہے :

---

(۱) مکتوب ۶۷ نامزد خان جہاں است در بیان عقائد اہل سنت و در اول ایں مکتوب تصریح کردہ اند کہ تصحیح عقائد بایں مذکورات سبب صلاح وفلاح اخرویست واعتقاد خلاف اینہا سم قاتل است۔۱۲ منہ عفی عنہ

حمد وستائش خاص خدا عزوجل کے لیے ہیں جو اپنی ذات کے ساتھ موجود ہے اور کسی چیز کا محتاج نہیں۔ وہ ذات وصفات وافعال میں یگانہ ہے۔ وہ نہ تو کسی چیز میں حلول کرتا ہے اور نہ ہی کوئی چیز اس میں حلول کرتی ہے۔

حضرت شاہ عبدالعزیز علیہ الرحمہ کا عقیدہ

حضرت شاہ عبدالعزیز علیہ الرحمہ تحفہ اثنا عشریہ میں عقیدہ نمبر۱۲ میں تحریر کرتے ہیں :

حق تعالیٰ جسم وطول وعرض وعمق نہیں رکھتا ہے ذی صورت وشکل نہیں ہے۔

عقیدہ نمبر۱۳: یہ ہے کہ حق تعالیٰ کا مکان نہیں ہے اور اس کی جہت نہیں ہے۔

عقیدہ نمبر۱۴: فوق وتحت سے متصور نہیں ہے اور یہی اہل سنت وجماعت کا مذہب ہے۔ حکمیہ وسالمیہ وشیطانیہ وسمنیہ امامیہ کہتے ہیں کہ حق تعالیٰ جسم ہے اور سالمیہ کہتے ہیں کہ چہرہ، چشم، گوش، دہان، بینی، دست، پا، حق تعالیٰ کے لیے ثابت ہیں۔

حکمیہ اور یونسیہ کہتے ہیں کہ اس کا مکان عرش ہے اور مماس (بچھونا) عرش ہے مثل فرش کے کہ اس پر تخت نشین ہوتے ہیں اور وہ عرش سے اور عرش اس سے زیادتی نہیں رکھتا ہے اور وہ ایک دوسرے کے ساتھ برابر برابر ہیں۔

سالمیہ وشیطانیہ کہتے ہیں کہ اس کا مکان آسمان میں ہے اور وہ انتقال کرتا ہے مکانی سے مکانی میں اور آسمانی سے آسمانی میں اور نزول وصعود قیام وقعود کرتا ہے۔ اور ربیعہ کہتے ہیں اس کا مسکن آسمان ہے لیکن موسم بہار میں وہ پھولوں اور شگوفوں کی سیر کرنے کے لیے زمین پر تشریف لاتا ہے۔ پھر آسمان کی طرف اوپر چلا جاتا ہے مثل جہانگیر بادشاہ کے جس کا مستقر تو آگرہ تھا اور وہ ہر سال سیر کے لیے بہار میں کشمیر چلا جاتا تھا۔ یہ عقیدہ کبری امامیہ کا ہے جو بچوں کے لیے مضحکہ خیز ہے یہ عقیدہ ثقلین (قرآن واہل بیت) کی کلی طور پر مخالفت کرتا ہے جیسا کہ کتاب اللہ میں ارشاد ہے :

لَيۡسَ كَمِثۡلِهِ شَيۡءٌ ۝

اور رہی بات اہل بیت کرام کی تو اس حوالہ سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا قول نہج البلاغہ میں ہے، وہ فرماتے ہیں :

حق تعالیٰ کا اجزا، جوارحِ اعضا سے وصف بیان نہیں کیا جائے گا اور حق تعالیٰ مکان میں مقید نہیں ہے کہ اس میں اس کا انتقال جائز ہو۔

حکمیہ، سالمیہ، شیطانیہ، ہیثمیہ، امامیہ سے جہت فوق ثابت کرتے ہیں کیونکہ عرش و آسمان جہت فوق میں ہیں مگر آسمان دنیا پر نزول کے وقت آسمان کے فوقانی فرشتے اور حملۃ العرش اور خزنۃ الکرسی اس کے اوپر ہوتے ہیں (یعنی یہ تمام حق تعالیٰ کے اوپر ہوتے ہیں آسمان دنیا پر نزول کے وقت) العیاذ باللہ تعالیٰ۔

اور نہج البلاغۃ میں حضرت امیر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حق تعالیٰ مکان واَین میں محدود نہیں ہے۔اھ ملتقطاً

یہ بات مخفی نہیں ہے کہ ہر نو مجسمہ، شیطانیہ، سالمیہ، حکمیہ اور ہیثمیہ اعتقادات میں باہم مختلف ہیں چنانچہ ان میں سے بعض حق سبحانہٗ کے لیے صرف ایک مکان عرش، اعضا اور انتقال کے قائل ہیں اور بعض کا قول زمین و آسمان کے مکان میں حائل ہیں جیسا کہ سوال میں گفتگو نقل کی۔

ہماری سابقہ منقولات سے معلوم ہو چکا ہے کہ رحمٰن کے لیے جوارح اور مکان کا عقیدہ رکھنا قرآن وحدیث کے منافی ہے۔

رحمٰن کے لیے قائلین مکان وجوارح کی کفریات کا بیان

سچا وسیدھا عقیدہ اہل حق وعرفان (یعنی اہل سنت و جماعت) کا ہے اور حق سبحانہٗ کی تنزیہ پر ایمان کے سلسلے میں انہوں نے مجسمہ کو الوداع کہہ دیا جس کی کفریت ظاہر وعیاں ہے؛ مگر توضیح مزید کی غرض سے میں بعض عبارات کتب دینیہ سے اِستبصاراً پیش کرتا ہوں۔

المعتمد فی المعتقد میں ہے :

جاننا چاہیے کہ انواع کفر بہت زیادہ ہیں اور تمام کی اباطیل کا منشا پانچ چیزیں ہیں :

ا۔تعطیل ، ۲۔تشریک ، ۳۔تشبیہ ، ۴۔تعلیل ، ۵۔تشریک در تدبیر۔

تشبیہ یہ ہے کہ ایک قوم خدائے جل وعلا کو جاری کہتی ہے کیونکہ وہ اس کے پیدا کردہ کو جواہر واعراض سے نسبت کرتے ہیں اور اس کی ذات کو جسم، جوارح، اعضا کی مانند کہتے ہیں۔اور اللہ تعالیٰ تمہارے ان تصورات سے بلند و بالا ہے۔

الیواقیت والجواہر میں سراج العقول ابوطاہر قزوینی سے نقل ہے کہ مشبہ آیت استویٰ کی وجہ سے گمراہ ہوگئے جو حق سبحانہ کی صراحتاً تجسیم کرتے ہیں اور اُمت مرحومہ میں تکفیر و تضلیل و ضرب و شتم و قتل وغارت گری کے مرتکب ہیں۔مولانا قاری کہتے ہیں کہ یہ فرقہ نو مجسمہ ہے۔

شرح فقہ اکبر میں لکھتے ہیں کہ جو کوئی یہ کہتا ہے کہ حق سبحانہ کا جسم ہے اور اس کے لیے خاص مکان ہے اور وہ زمانے میں مقید ہے۔تو جو ان اقوال کی امثال (کا معتقد ہوگا) درحقیقت کافر ہوگا کہ اس کے لیے ایمان کی حقیقت ثابت نہیں۔

ایک شرح قزوینی میں اور دوسرے مقام پر نعیم بن حماد فزرعی سے نقل ہے جو کہ شیخ بخاری ہیں وہ فرماتے ہیں: جو کوئی حق تعالیٰ کو مخلوقات میں سے کسی چیز کے ساتھ مشابہت دیتا ہے وہ شخص کافر ہے اور جو کوئی اس کے کسی کا وصف کا منکر ہے وہ بھی کافر ہے۔اور اسحٰق بن راہویہ نے (کہ یہ بھی شیخ بخاری ہیں) کہا کہ جو شخص حق تعالیٰ کے کسی وصف کو مخلوقات میں سے کسی کے ساتھ تشبیہ دیتا ہے وہ شخص خدائے عظیم عزوجل کے ہاں کافر ہے۔

تمہید میں کہا ہے کہ بعض جہمیہ اور معتزلہ کہتے ہیں کہ حق تعالیٰ عرش پر ہے اور اس کے اور عرش کے درمیان ہوا ہے جو کہ حق تعالیٰ کی حد ہے اور حد کا معنی وہ بیان نہیں کرتے ہیں اور یہ ان کا کفر ہے کیونکہ اگر حق تعالیٰ عرش پر ہے تو محدود ہوگیا حالانکہ وہ محدود نہیں ہے۔چنانچہ ہم نے اس کا بیان کردیا ہے۔اس روایت میں مذکوراتِ بالا کی مثل صراحت ہے کہ اگرچہ انہوں نے معنیٔ مکان کی وضاحت نہیں کی ہے اور اس کو ادراک سے ماوراتصور کرتے ہیں بہرحال کفر میں گھرے ہوئے ہیں۔

بحر المذاہب میں عقائد لکھے ہیں کہ جو کوئی حق تعالیٰ کا وصف اس طرح بیان کرے کہ

جناب باری کے شایانِ شان نہ ہو کیونکہ یہ ممکنات کی صفات سے ہے تو بالتحقیق وہ کافر ہے۔

فتاوی عالمگیری میں ہے: جو کوئی حق تعالیٰ کے لیے مکان ثابت کرے کافر ہے۔ اگر وہ یہ کہے کہ خدا تعالیٰ سے کوئی مکان خالی نہیں ہے، کافر ہو جائے گا۔ اور اگر کہے کہ خدا تعالیٰ آسمان میں ہے اگر وہ اس کا قصد حکایت کے لحاظ سے کرے جیسا کہ اس کا ظاہر بعض احادیث میں آیا ہے تو کافر نہیں ہوگا اور اگر مکان کے ارادہ سے کہا تو کافر ہو جائے گا۔ اور اگر یہ بات بلانیت کے کہی تو اکثر علما کے نزدیک کافر ہے اور یہ صحیح ہے غلط فتوی نہیں ہے اور حق تعالیٰ کو اوپر نیچے کی جہت سے متعصب کرنے سے کافر ہو جائے گا جیسا کہ بحرالرائق میں ہے۔ اگر یہ کہتا ہے کہ میرا خدا آسمان پر ہے اور زمین پر ملا تو کافر ہو جائے گا جیسا کہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

اگرچہ اس جگہ یہ بات معلوم ہوگئی ہے کہ رحمٰن کے لیے زمین وآسمان میں مکان کا ثبوت اشد کفر ہے؛ مگر تمہید (ابوشکور سالمی) سے آپ وہ عقائد سن آئے ہیں کہ جہمیہ میں سے بعض کہتے ہیں کہ حق تعالیٰ ہر مکان میں ہے اور اس آیت سے سند لاتے ہیں:

وَ هُوَ اللّٰهُ فِي السَّمٰوٰتِ وَ فِي الاَرْض o (سورۂ انعام:۳/۶)

اور وہ خدا زمین وآسمان میں ہے۔

اور ہم کہتے ہیں کہ اگر حق تعالیٰ ہر مکان میں ہے تو لازم آئے گا کہ چوپائیوں اور کتوں کے منہ میں اور کنیزوں کی شرم گاہوں میں بھی ہو پس یہ کفر قبیح ہے (کیوں کہ یہ تمام بھی مکان ہیں)۔(۱)

---

(۱) جاننا چاہیے کہ یہ دونوں روایات تمہید سے منقول ہے جس میں لکھا ہے کہ حق تعالیٰ عزوجل کے لیے مکان کا اثبات جہمیہ کا مذہب ہے اور غنیۃ الطالبین مطبوعہ لاہور میں ان کے مذہب کے بارے میں لکھا ہے کہ اس جملہ ولا یعرف لہ مکان کی تعریف میں مکان نہیں لکھا ہے پس حق یہی ہے کہ ولا یعرف جملہ علیحدہ ہے اور لہ مکان علیحدہ ہے کہ قلم نے اس کو ناسخ کرنا چھوڑ دیا تھا (یعنی قلمی غلطی ہے) چنانچہ فیروز پور میں لکھو کے (جگہ کا نام) کے مولویوں کے جواب میں- میں نے کہا تھا کہ اثبات مکان رحمٰن کے ہے جہمیہ کا مذہب ہے اور نفی مکان اہل سنت کا مذہب ہے۔۱۲ منہ عفی عنہ

بیان مشبہ جواب طلب

باقی یہاں مشبہ کا جواب رہ گیا ہے اور وہ یہ ہے کہ کتب عقائد میں لکھا ہے کہ اہل سنت کی علامت یہ ہے کہ وہ اہل قبلہ کی تکفیر نہیں کرتے۔تو یہ لوگ جو فرقہ مجسمہ قدیم وجدید کے ہیں وہ بھی اہل قبلہ سے ہیں تو ان کی تکفیر کرنا کیوں جائز ہے؟۔

اس کا تحقیقی جواب یہ ہے کہ اگر اہل قبلہ کی بدعت کفر کی طرف جاتی ہے تو ان کی تکفیر کی جائے گی؛ ورنہ ان کی تکفیر نہیں کرنی چاہیے۔

المعتمد فی المعتقد میں لکھا ہے کہ اکثر سلف گم راہ فرقہ جیسے روافض، خوارج، معتزلہ کی تکفیر کو جائز نہیں رکھتے اور بعض ان کی تکفیر میں شانِ وسعت سے کام لیتے ہیں۔اور اصول دین مستقیم کا قانون یہ ہے کہ اس میں نظر کی جائے کہ اگر مبتدع تاویل کرتا ہے جو کہ نص ظاہر کی مخالفت کی طرف لے جاتا ہو یا وہ سنت سے ثابت ہو کہ اس پر عمل منقطع ہو گیا ہے یا اس کے رد پر امت کا اجماع ہو تو اس کی تکفیر کی جائے گی۔

اور ملا علی قاری نے فقہ اکبر میں جو لکھا ہے اس کا معنی یہی ہے کہ بدعتیوں کی قبائح میں سے یہ بھی ہے کہ وہ باہم تکفیر کرتے ہیں اور اہل سنت کی مدائح میں سے ہے کہ وہ بدعتیوں کو فاسق کہتے ہیں یعنی ان کی تکفیر میں باز پرس نہیں کرتے جو کہ یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ حق تعالیٰ چیزوں کو پیش ہونے سے پہلے نہیں جانتا تھا وہ کافر ہے اگر چہ بدعتیوں میں شمار کیا جائے گا۔

اسی طرح جو کوئی حق تعالیٰ کو جسم کہے، زمان ومکان اس کے لیے ثابت کرے یا کوئی نامناسب وصف اس کی طرف منسوب کرے تو وہ بالتحقیق کافر ہے؛ کیونکہ اس کے لیے حقیقت ایمان جو کہ تنزیہ رحمٰن ہے ثابت نہیں ہوئی یعنی اگر چہ رحمٰن کے ساتھ جسم، جوارح اور مکان کے قائلین بہت زیادہ ہیں بہر حال ان کی مخالفت میں اللہ سبحانہٗ کی تنزیہ پر بہت سی نصوص ناطق ہیں، کفار میں محدود ہیں۔

اور اسی شرح میں اور دیگر کتب میں لکھا ہے کہ بدعتیوں کی تکفیر فقہا کا مذہب ہے یا بطور تغلیط ہے اور عدم تکفیر متکلمین کا مذہب ہے یا بطورِ تحقیق ہے اس کلام کا معنی یہ ہے کہ ان تمام

مبتدعین کی تکفیر کہ اگر ان کی بدعت حد کفر تک نہیں پہنچی ہے تو اس میں فقہا و متکلمین کی آرا مختلف فیہ ہیں حالانکہ یہ بات بخوبی متحقق ہو چکی ہے کہ حق تعالیٰ احد و صمد ہے یعنی اجزا، اعضاے زماں مکاں اور دیگر صفات ممکنات سے منزہ و مبرا ہے۔ایمان اسی جنس سے ہے اور رحمٰن کے لیے اعضا اور مکان کا قائل مستوجبِ کفر ہے۔

مسئلہ اُصولیہ اِتفاقیہ

اولاً تمہیں اہل سنت کا ایک مسئلہ شرعیہ اصولیہ اتفاقیہ سن لینا چاہیے پھر اس کے بعد متشابہ آیات و احادیث استوا، ید، وجہ کو سمجھنا چاہیے۔

مسئلہ: محدث دہلوی علیہ الرحمہ نے مشکوٰۃ کے ترجمہ میں لکھا ہے کہ درحقیقت آیات و احادیث سے مراد وہ ہے کہ سلف اوائل میں جو دین کی زبان کو سمجھنے والے اور مراد شریعت کے شناسا ہیں قرائن و موارد کے ساتھ جہت علم سے سمجھنے کا انداز اگر چہ بظاہر ان کی فہم کے خلاف ہی آتا ہے یا نہیں، فہم تقدس کے باب میں اصل ہے۔اور ان مبتدعیوں کی تعیین مراد اور کجی و زلالت کا وجوہ یہاں پر (جمہور اَسلاف کے خلاف) ہے اور اللہ ہی کی جانب سے بچاؤ اور توفیق ہے۔

شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے عجالہ نافعہ میں کہا کہ علم حدیث کا یہ شرف و اعزاز ہے کہ کوئی علم اس کے مشابہ نہیں پہنچ سکتا ہے کیونکہ علم قرآن، عقائد اسلام، احکام شریعت اور قواعد طریقت تمام بیان پیغمبر علیہ السلام پر موقوف ہیں اور یہ خبر کے قبیل سے ہے اور خبر صدق و کذب دونوں کا احتمال رکھتی ہے پس اس علم کی تحصیل سے دو چیزیں لازم آتی ہیں ایک تو رواۃ کے حال کو ملاحظہ کرنا اور دوسرا ان معانی کے فہم میں احتیاط عظیم کرنا کیونکہ امر اوّل میں آکر سستی ہوئی تو کاذب کو صادق کے ساتھ ملتبس کر دے گا اور اگر امر ثانی میں احتیاط نہیں برتے گا تو مراد غیر مراد کے ساتھ مشتبہ ہو جائے گی اور علی التقدیرین جو فائدہ اس علم سے متوقع ہے وہ حاصل نہ ہو گا بلکہ اس فائدہ کی ضد حاصل ہو گی اور قریب ہلاکت گم راہی ہے۔اللہ تعالیٰ تم کو اس سے پناہ عطا فرمائے۔

حاصل یہی ہے کہ قرآن وحدیث کے تمام معانی وہی ہیں جو سلف سے سند بہ سند منقول ہوتے ہیں اور معتبر تفاسیر اور معتمد شروح میں مرقوم ہیں جو کوئی ان آیات واحادیث سے اسلاف کی تعبیرات کے منافی مراد لے یا ان بزرگوں کی رائے کو نامعتبر سمجھے اور خود کو حق پر سمجھے اور انہیں گم راہ سمجھے تو وہ اپنے متبعین کو ہلاکت وگمراہی تک پہنچانے والا ہے۔

معنی محکم ومتشابہ کی تفصیل

اس مسئلہ کو سمجھ لینے کے بعد اب اس بات کو بھی ذہن نشین کر لیں کہ صدق اور عدم منسوخیتِ کتاب کیا ہے۔ چنانچہ مندرجہ ذیل آیت اس پر دلالت کرتی ہے کہ جملہ قرآن حکم ہے:

كِتٰبٌ اُحْكِمَتْ آيَاتُهُ ٥ (سورۂ ہود:۱۱/۱)

(یہ ہے وہ) کتاب جس کی آیات کو محکم کیا گیا۔

اور باعتبار موافقت فصاحت وبلاغت نیز عدم تناقض کے لحاظ سے اس کی تمام آیات متشابہات ہیں حق تعالیٰ کے اس قول کے ساتھ :

كِتَابًا مُّتَشَابِهًا مَّثَانِيَ تَقْشَعِرُّ مِنْهُ...٥ (سورۂ زمر:۳۹/۲۳)

کتاب اور دوبارہ باہمی مشابہ ہے کہ اس کے تن سے بال کو اُٹھایا جاتا ہے۔

ظہور معانی اور اس کی مراد الٰہی کے لحاظ سے بعض آیات محکمات ہیں کہ تمام اصول دین ان سے ہیں اخفا کے سبب اور معنی کے اِشتباہ کی وجہ سے ان میں سے بعض آیات متشابہات ہیں۔ اللہ عزوجل نے فرمایا :

مِنْهُ آيَاتٌ مُّحْكَمَاتٌ هُنَّ اُمُّ الْكِتَابِ ٥ (سورۂ آل عمران:۳/۷)

ان میں سے بعض آیات محکم ہیں اور وہ کتاب کی اصل ہیں۔

جیسا کہ معتمد تفاسیر میں ہے۔

یہ بات لازمی طور پر پیشِ نظر رہے کہ یہ نو مجسمہ ایسی آیات واحادیث جو اِستوا، ید، وجہ، ساق اور نزول کو محکم اور معلوم المراد جانتے ہیں (یقین رکھتے ہیں) اور حق تعالیٰ کے لیے

اعضا ثابت کرتے ہیں اہل سنت کے اجماع کے خلاف ہے؛ کیونکہ ان (اہل سنت) کے نزدیک متفقہ طور پر یہ آیات واحادیث متشابہات سے ہیں جمہور کے نزدیک ان پر ایمان لانا واجب ہے اوراس کے علم سے مراد حق تعالیٰ کی جانب تفویض کردیا ہے اوراس کی تحقیق و تفتیش کرنا گمراہی ہے اوران میں سے بعض نے جواس کی تاویل کی ہیں اس سے ہزار زبانیں بیزار ہیں بلکہ ان معانی مناسبہ کی ان الفاظ کے ساتھ بطورتاویل کرتے ہیں کہ نسبت جوارح مکان اورجسم سے ذات کا منزہ ہونا توصیح پیش نہیں کرتے ہیں۔ میں کتب دینیہ کی عبارات کوتبصرۃً لکھتا ہوں۔

اتقان فی علوم القرآن میں متشابہ آیات صفات کی فصل موجود ہے۔اورابن لبان نے اس بیان میں ایک کتاب تصنیف کی ہےاوروہ آیات متشابہ جیسے :

الرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى

كُلُّ شَيْئٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ

وَ لِتُصْنَعَ عَلٰى عَيْنِىْ

يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ

وَالسَّمٰوَاتُ مَطْوِيَّاتٌ بِيَمِيْنِهٖ

جمہوراہل سنت جن میں تمام سلف یعنی صحابہ، تابعین اورمحدثین شامل ہیں ان تمام کے نزدیک ان آیات پرایمان لانا چاہیے اوراس کے معانی کی مراد حق تعالیٰ کے سپردکردینی چاہیےاوران کی تفسیرنہیں کرنی چاہیے؛ کیونکہ وہ ان صفات سے منزہ ہے جن میں ان آیات کے حقائق کوسمجھنے کے لیے گفتگو کی جاتی ہے۔

حضرت ابوالقاسم لائیکانی رضی اللہ عنہ حضرت ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے استوا کے حوالے سے درایت کرتے ہیں کہ استوا مجہول نہیں اوراس کی کیفیت معقول نہیں، اس کا اِقرارایمان ہےاورانکارکفر۔

حضرت ابی عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ سے کسی شخص نے استوا کی تفسیر پوچھی تو آپ نے فرمایا: استواپرایمان لانا چاہیےاوراس کے معنی کے بارے

میں گفتگونہیں کرنی چاہیے۔حق سبحانہ نے اس کو اپنے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچایا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہم نے سنا ہے اور ہم پر اس کی تصدیق لازم ہے۔

حضرت امام مالک رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ آپ سے بھی اس آیت کے معنی کے بارے میں پوچھا گیا: آپ نے ان سے فرمایا کہ استوا مجہول نہیں اور اس کی کیفیت معقول نہیں۔اس پر ایمان لانا واجب ہے اور اس کے معنی پوچھنا بدعت ہے۔

بیہقی نے امام مالک رضی اللہ عنہ سے مرفوع حدیث کے حوالہ سے بیان کیا ہے کہ فرمایا:

استوا اس طرح ہے کہ حق تعالیٰ نے اس پر خود کو ستودہ (قائم) کیا اور اس کا وصف ارشاد فرمایا اور یہ بات نہیں کرنی چاہیے کہ کس طرح ہے اور کیوں ہے؟۔

اور لائکانی محمد بن حسن رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ اہل سنت کے جملہ فقہا شرق تا غرب کا اس پر اتفاق ہے کہ صفات پر ایمان لانا چاہیے اور اس کی تفسیر وتشبیہ میں کلام نہیں کرنا چاہیے۔(۱)

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ رؤیت الٰہی کی حدیث پر فرماتے ہیں کہ اس باب میں اہل علم ائمہ مجتہدین مثل سفیان، مالک، عبداللہ بن مبارک، ابن عینیہ، اور وکیع وغیرہم رضی اللہ عنہ اجمعین کا مذہب یہ ہے کہ ان احادیث کو ان کے تمام الفاظ کے ساتھ روایت کرنا چاہیے اور ان پر ایمان لانا چاہیے اور اس کی کیفیت وتفسیر کے بارے میں گفتگونہیں کرنی چاہیے۔

---

(۱) مجھے یاد ہے کہ امرت سر میں مجھے ایک شخص نے اتقان فی علوم القرآن کی عبارت دکھائی جب حدیث مالک پر پہنچا کہ کہنے لگا کہ اس حدیث سے ثابت ہے کہ استوا معلوم المراد ہے کیونکہ چیز مجہول نہیں ہے پس معلوم ہے اور اس حدیث کو صاحب اتقان نے محکم کہا ہے اور اس کی امثال کو استواء کے مشابہ ہونے پر سند کے طور پر لایا ہے اگر یہ حدیث محکم ہے تو استواء ثابت ہو جاتا ہے کیونکہ اس کے مشابہ ہونے پر سند لایا ہے اور اسے دیگر علماء و عمائد نے بھی اس حدیث کو استواء پر مشابہ بطور سند لائے ہیں اس نے کہا کہ میری فہم وفراست علماء کی فہم و فراست سے خوب تر ہے میں نے سمجھا کہ یہ شخص تو ان لوگوں میں سے ہے جو آیات واحادیث کے معانی کو اسلاف کے بیان کے خلاف لے کر جاتا ہے میں نے اس کو ہر لحاظ سے نرمی سے کہا کہ اس سے مراد یہ ہے کہ استواء غیر مجہول الاصل ہے یعنی اس لفظ کی اصل قرآن سے ثابت ہے اور یہ معنی جملہ اہل سنت سے مروی ہے مگر وہ شخص میرے کلام پر ہنستا تھا اور اپنی فہم پر ناز کرتا تھا میں نے اس سے کلام ترک کر دیا۔(کہ ایسے جاہلوں سے کلام کرنا تضیع اوقات ہے۔)

بعض اہل سنت کہتے ہیں: ہم تاویل (یعنی تنزیہ اور ترکِ تشبیہ) جلالِ الٰہی کے لائق کرتے ہیں اور متاخرین کا یہی مذہب ہے۔

امامُ الحرمین پہلے متاخرین کے مذہب پر تھے پھر اس سے بعد میں رجوع ظاہر فرمایا اور کہا کہ حق تعالیٰ کے نزدیک مذہب اسی طرح ہے۔ اتباعِ سلف کو میں نے اپنے لیے پسند کیا ہے اور میں ان معانی کی تاویل میں اپنی رائے نہیں دیتا ہوں۔

ابن صلاح نے کہا کہ پیشوایان و سادات امت اسی طریق پر تھے اور جملہ فقہا و محدثین اسی مذہب کو پسند کرتے ہیں۔ اور متکلمین اہل سنت نے اس کا اِنکار نہیں کیا۔

ابن برہان نے مذہب تاویل کو اِختیار کیا اور ابن دقیق العید نے اس بیان میں میانہ روی اختیار کی کہ اگر اس کی تاویل عربی زبان کے قریب ہوئی (معنوی لحاظ سے) تو ہم اس کا انکار نہیں کریں گے اور اگر تاویل مسلم سے معنی بعید ہو تو ہم اس کو قبول نہیں کریں گے اور ہم ان تمام معنی پر ایمان لاتے ہیں جن کی مراد تنزیہِ باری ہے۔

میں نے ان آیات کی تاویلاتِ اہل سنت کو ذکر کر دیا ہے ان میں سے ایک صفت استوا ہے۔ میں نے اس کی سات تاویلات دیکھی ہیں۔

تاویلاتِ استوا

ان میں سے ایک روایت کلبی میں ہے اور مقاتل نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا کہ استوی کا معنی استقرا (قرار پکڑنا) ہے۔ اگر یہ معنی صحت تک پہنچتا ہے تو محتاجِ تاویل ہے۔ کیا استقرا جسم کی علامت ہے؟۔

دوم استوا بمعنی استولی ہے اور یہ مردود ہے دو وجہ سے: ایک تو یہ کہ خدا تعالی ہر چیز پر غالب ہے تو تخصیص عرش کیا معنی رکھتا ہے (خدا تعالی کی ذات اس سے پاک ہے)۔

دوسرا معنی یہ ہے کہ استیلا، قہر و غلبہ کے بعد ہوتا ہے اور خدا منزہ ہے اس سے کہ کوئی اس کا مقابل ہو (اور خدا اس کو مغلوب کر کے خود غالب آئے)۔

سوم استوی بمعنی صعد (چڑھنا) ہے چنانچہ ابوعبیدہ سے یہ معنی منقول ہیں اور یہ معنی مردود ہیں کیونکہ خدا تعالیٰ صعود سے منزہ ہے۔

چہارم اسماعیل ضریر نے اپنی تفسیر میں کیا ہے کہ **علا و العرش له استوی ۔** وہ عرش کے اوپر جلوہ گر (متمکن) ہے۔ اور یہ دو وجہ سے مردود ہے: ایک تو یہ کہ فعل علا تو الف کے ساتھ لکھا جاتا ہے نہ کہ یا کی صورت میں۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ عرش کو مرفوع قُراء میں سے کسی نے نہیں پڑھا۔

پنجم **الرحمن علی العرش استوی** کلام تام ہے اور استوی کلام دیگر ہے اور یہ مردود ہے؛ کیونکہ آیت اپنی نظم میں آئی ہے۔

استوی بمعنی متوجہ ہونا ہے عرش کی پیدائش پر جیسا کہ واقع ہے کہ **ثم استوی الی السماء** فرا اور اشعری اور اہل معانی میں سے ایک جماعت اس کی قائل ہے اور اسماعیل ضریر نے ان کو صحیح کہا ہے کہ اس معنی میں استوی کا صلہ الی مذکور ہوتا ہے نہ کہ اس کا صلہ علی ہونے پر۔(۱)

اِستوا جو حق سبحانہ کی طرف منسوب ہے اس کا معنی یہ ہے کہ حق تعالیٰ عدل کے ساتھ قائم ہے جیسا کہ قَـائِـمًـا بِـالْقِسْطِ (عدل کے ساتھ قائم ہے) ارشاد فرمایا ہے تو عدل کے ساتھ قائم ہونا استوا ہے۔ صاحب اتقان نے اس کے بعد معانی نفس کو بیان کیا کہ وجہ، عین، ید، یمین، ساق، جنب، قرب، فوق مجئی محبت، تعجب، عندیت، معیت الٰہی یہ تمام اہل سنت کے نزدیک متشابہات میں سے ہیں بطور منقول اس کو پیش کرنا منافی تنزیہ نہیں ہے اور نہ ہی مستلزم تشبیہ ہے۔

اور اسی ضمن میں فرمایا کہ صفت فوقیت جو کہ

---

(۱) اور مصنف اس معنی کی طرف متوجہ ہوا ہے اور اس کا عرش پانی پر ہے جو اس سے صراحتاً ثابت ہے کہ عرش کی تخلیق مقدم ہے آسمان و زمین کی تخلیق پر اور صحیح حدیث بھی ہے۔

کان اللّٰہ و لم یکن معه شئی و کان عرشه علی الماء .

اللہ ہی تھا اور اس کے ساتھ کوئی شے نہ تھی اور اس کا عرش پانی پر ہے۔

بہت سے ائمہ نے کہا ہے کہ ید وغیرہ پر ایمان لانا چاہیے برابر ہے کہ اس کی تفسیر و معانی کرنا چاہیے یا اس باب میں وہم کو الگ کر دینا چاہیے۔

وَ هُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهٖ o (سورۂ انعام:۱۸/۶)

یَخَافُوْنَ رَبَّهُمْ مِنْ فَوْقِهِمْ o (سورۂ نحل:۵۰/۱۶)

خدا غالب ہے اپنے بندوں پر۔

ملائکہ اپنے پروردگار کی شانِ علویت سے ڈرتے ہیں۔

یہاں علو سے مراد غیر جہتی اور مکانی ہے۔

قسطلانی نے دو احادیث حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالی عنہا اور ابی عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ سے مروی نقل کی ہیں ان کو متشابہ پر سند کا ہونا کے عنوان سے آیت استویٰ کو اتقان سے لے کر ارشاد الساری شرح صحیح البخاری میں نقل کیا ہے اور شرح صحیح ترمذی میں متعدد مقامات پر ہے کہ ان جیسے الفاظ کے معانی نہیں کرنے چاہیں اور ان پر ایمان لانا چاہیے؛ چنانچہ باب تفسیر سورۂ مائدہ میں حدیث ید کے تحت فرمایا :

قال الائمة يؤمن به كما جاء من غير ان يفسر او يتوهم .

ائمہ نے فرمایا کہ ان پر ایمان لایا جائے گا جس طرح یہ نازل ہوئی ہیں سوائے اس کے کہ اس کی تفسیر کی جائے یا وہم ڈالا جائے۔

حالانکہ اس جگہ دو امر کا بیان ضروری ہے: اوّل یہ کہ رحمٰن کے لیے اثباتِ مکان کرنا۔ اور اِستوا کی تفسیر اسی استقر کے ساتھ کرنے سے لوگوں کو شبہہ واقع ہوا؛ چنانچہ وہ مادۂ معالم کو پیش نظر رکھتے ہیں (یعنی حق تعالیٰ کے لیے جسمیت ومکان کے قائل ہوتے ہیں)۔

تاویلِ استقر

جواب: یہ شبہہ عمدہ علمائے اعیان سے اتقان میں گزرا کہ اولاً یہ روایت صحیح نہیں ہے بالفرض اگر اس کو صحیح مان لیا جائے تو اس کے دوسرے الفاظ کے مثل ہم تاویل کرتے ہیں چنانچہ اہل سنت کا مذہب ہے کہ استقرا بمعنی قرار پکڑنا اس کی تاویل نہیں ہے جو کہ جسمیت کی علامت ہے بلکہ اس کا معنی استتم واستکمل ہے یعنی حق تعالیٰ نے تمام وکمال کر دیا اور اپنے ہونے کو عرش کے اوپر تمام مخلوقات پر جلوہ گر کیا اور عرش بالاجماع جمیع کائنات کو حاوی ہے اور اس کے اوپر اس باری تعالیٰ

سے بزرگ و برتر اوراس کودائرۂ جسمیت سے خارج کرنے والی کوئی مخلوق نہیں۔اور یہ اس بنا پر ہے کہ استوابرعرش آسمانوں کو پیدا کرنے کے بعد فرمایا چنانچہ سورۂ اعراف، یونس، طٰہٰ،فرقان،سجدہ، حدید، چھ جگہ واقع ہے۔اس کوالیواقیت والجواہر میں ابوالطاہرقزوینی سے نقل کیا ہے۔

راقم کان اللہ لہ کہتا ہے کہ آیت استوی سورۂ رعد میں بھی اسی طرح آئی ہے کہ آسمان کی تخلیق کے بعدذکراستوا ہےجیسا کہ باری تعالیٰ نے فرمایا :

اَلَّـذِیْ رَفَعَ السَّمٰوٰتِ بِغَیْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ o (سورۂ رعد:۲/۱۳)

وہ ذات جس نے آسمانوں کو بغیرستون کے بلند کیا تو اس کو دیکھتا ہے پھراس نے عرش پر اِستوا کیا۔

حالِ کلبی ومقاتل

اوروہ جو اتقان میں کہاہے تاویل استوی کی روایت استقر کے ساتھ صحیح نہیں ہے اس کا معنی جیسا کہ دوراوی کلبی ومقاتل کا ہے مقاصد میں شرح صحیح بخاری میں امام احمد سے روایت ہے کہ تفسیر کلبی اول تا آخرجھوٹ کا پلندہ ہے،اس کی نظر میں حلال نہیں ہےاورزبدہ شرح شفا میں کہا کہ کلبی ابوالنصرمحمد بن سائب کوبعض نے ضعیف کہاہےاوراکثراس کوکاذب شمارکرتے ہیں۔

اورسیوطی نے اتقان میں لکھاہے کہ تفسیرابن عباس میں کلبی ازابی صالح ازابن عباس کا طریق سست ترین ہے؛ کیونکہ سدی صغیر ہے اس طریق کو منضم کر دیا ہے پس وہ جھوٹا ہےاورسری کے بعد مقاتل ہے۔

مقاتل کے بارے میں ردّی مذاہب ہیں مجمع بحارالانوار میں اور صاحب مجمع سے جامع البیان کے مصنف معین بن صفی نے روایت کیا ہے کہ محی السنۃ اپنی تفسیر معالم التنزیل میں بعض معانی قرآن اورحکایات لاتے ہیں جن کی موضوعیت اورضعف پرمتاخرین کا اتفاق ہے۔

تو یہ حال روایت کلبی اورمقاتل کا تفسیرمعالم التنزیل محی السنۃ میں واقع ہواہے، پھراسی معنی پر انہوں نے مذہب کی بنیادرکھی، رحمٰن کے لیے مکان ثابت کیا اورتنزیہاتِ باری تعالیٰ کہ جس کا

ثبوت شرع سے یقینی ومتحقق ہے محدثین کے کام کوانہوں نے پس پشت ڈال دیا اپنے ناقص مطالعہ پہ نازاں ہوتے ہوئے قرآن وحدیث کو بلاسند ثقات راویوں کے علمی میدان میں بازیچۂ اطفال خورد سال جوکہ عقائد باطلہ کواہل سنت کے مشرب کے خلاف تراشتے ہیں یہ تمام بے ادبی و بدنصیبی ان کے بزرگوار کی ہے جوان لوگوں کی جبلت میں اس قدر راسخ ہو چکی ہے کہ ان کی خودنمائی اور تکبر نے ان کواس حدتک پہنچا دیا ہے کہ انہوں نے تشبیہ اور خلاف تنزیہ باری تعالیٰ میں خواہش نفس کی انتہا درجہ کی متابعت کی کوششیں کیں اور باری تعالیٰ کی اس خدمت گذاری پر پیشوایانِ اہل سنت نے ان کوخلعتِ کفر پہنائی۔

نعوذ بالله من ذالک ربنا لا تزغ قلوبنا بعد اذ هديتنا وهب لنا من لدنک رحمة انک انت الوهاب .

اللہ عزوجل ہمیں اس کے شر سے بچائے۔اے ہمارے رب! ہمارے دلوں کومت پھیرنا اس ہدایت کے بعد اوراپنی بارگاہ سے ہمیں تو رحمت عطا فرما۔بے شک تو بہت زیادہ عطا فرمانے والا ہے۔

اوروہ جومجمع میں اِتقان کے حوالہ سے نقل کیا کہ مقاتل کے بارے میں مذاہب ردیہ ہیں تو یہ قول ان تمام کتب میں ہے: تفسیر زاہدی، ارشادالساری شرح صحیح البخاری، ضوء المعالی تفسیر ملاعلی قاری، اورشرح قصیدہ امالی وغیرہ۔

مجسمہ ومشبہ کا مذہب باطل ہے۔استوا کی استقر کے ساتھ تفسیر کرنا کہ وہ حق تعالیٰ کو جہت علو میں عرش پر مستقر مانتے ہیں اس کے بعد زاہدی میں کہا ہے کہ آیت استوی علی العرش سے ہرگز رحمٰن کے لیے مکان وجوارح کے اثبات کی مثال پر دلالت نہیں ہے کیونکہ حق تعالیٰ نے ہر متشابہ آیت کے ساتھ محکم آیت کا نزول فرمایا ہے چنانچہ فرمایا :

لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْئٌ .

پس جوقول اس سے حق سبحانہ کے لیے مکان واعضا کو ثابت کرے پہلے اس کی مثل ثابت کرے۔

تفسیر مظہری میں ہے: یداللہ اوراستوا پر ایمان لانا چاہیے اورمحکم کی پیروی کرنی چاہیے جیسا

کہ لیس کمثلہ شیی ہے کہ اس سے صفات مخلوقات کا تشبہ اور باری تعالیٰ کا مثل سے منزہ ہونا ثابت ہوتا ہے۔اور معالم میں استوا کا معنی صعد جو کہ ابوعبیدہ سے روایت ہے جیسا کہ اتقان سے گزرا ہے کہ یہ معنی مردود ہے حق تعالیٰ صعود سے منزہ ہے۔

محدث دہلوی لمعات شرح مشکوٰۃ میں حدیث نزول کے تحت فرماتے ہیں :

نزول، ہبوط،صعود حرکات اجسام سے ہیں اور حق تعالیٰ ان سے منزہ وارفع ہے۔

شیخ محمد طاہر مجمع بحارالانوار میں امانی شرح صحیح بخاری سے جو مذکور ہوا اسی طرح نقل کرتے ہیں اور تحفہ اثنا عشریہ میں گزر چکا کہ امامیہ کے بعض فرق نزول،صعود، قیام،قعود کی حق تعالیٰ کے ساتھ نسبت کرتے ہیں۔

امر دوم جس میں یہ لوگ حق تعالیٰ کے لیے مکان و جوارح ثابت کرتے ہیں امام مالک کا مقولہ نقل کرتے ہیں کہ استوا غیر مجہول اور کیف غیر معقول ہے۔(۱)

امام مالک کے قول کی تحقیق

حالانکہ اس قول سے مکان ہرگز ہرگز ثابت نہیں ہوتا ہے۔آرا کا منشا غلط مراد لیتے ہیں کہ لفظ کیف سے وہ یہ سمجھتے ہیں کہ استوا جو استقرار مکان ہے معلوم ہے اور کس طرح مکان میں قرار کا پتہ چلے گا کہ خدا بیٹھا ہے یا کھڑا ہے یا سویا ہوا ہے یہ تو معلوم نہیں ؛ لہٰذا ان کا قول نادرست ہے؛ کیونکہ امام کا مذہب اور دیگر سلف محدثین اور فقہا کا مذہب یہی ہے کہ استوا کی تاویل نہیں کرنی چاہیے اور ان پر ایمان لانا چاہیے جیسا کہ اس کا بیان گزر چکا ہے بلکہ امام ہمام نے اس مقولہ میں ان بدعتیوں سے سوال کیا ہے یعنی استوا کے معنی کا سوال کرنے کو حرام شمار کیا ہے تو اس عبارت سے استوا کو قرار مکان سمجھنا جیسا کہ مجسمہ ومشبہ کا مذہب ہے سراسر غلط ہے۔

اور پھر اس مقام پر کیف کسی طرح سے مراد نہیں ہوسکتا کیونکہ معنی کیفیت تو کسی وصف سے حاصل ہوتا ہے جب وہ کسی چیز میں پایا جائے جیسا کہ غیاث میں ہے،تو امام کا اس جگہ پر وصف سے

---

(۱) اور اس زمانے کے امامیہ اس بیان کے ساتھ کچھ فرق سے ہزار زبان کے ساتھ تبرا کرتے ہیں اور حق تعالیٰ کو مکان میں اور آدمیوں کی صفات کے ساتھ متصف نہیں جانتے ہیں۔

مراد استواے باری تعالیٰ معلوم نہیں ہے اور استوا تو صرف معلومات ومقرراتِ شرعیہ سے ہے اس کو خوب سمجھ لو۔

اس قسم کی باتیں غلط العوام کے زمرے میں آتی ہیں تا کہ وہ گمان نہ کریں کہ یہ لوگ مجسمہ رحمٰن کے لیے اثبات مکان وغیرہ کے لیے مجتہدین کے خلاف ہیں بلکہ حق تو یہ ہے کہ یہ تو مجسمہ شارع معصوم علیہ السلام اور جملہ سلف وخلف کی مخالفت کرتے ہیں چنانچہ مرفوعاً موقوفاً پہلے مذکور ہو گیا ہے۔

باقی رہی بات محی السنۃ بغوی کی تو وہ ضعیف اور موضوع روایت کو بغیر علم کے اس کی وضعیت میں گرچہ معذور ہیں مگر انہوں نے اپنی تفسیر میں مجسمہ ومشبہ کا مذہب کیوں نقل کیا تو میں کہتا ہوں کہ مذاہب باطلہ کے معانی کا رد کرنے کے لیے ان کے اقوال نقل کیے ہیں۔کیا تو نے نہیں دیکھا کہ انہوں نے اپنی تفسیر میں استقرا اور صعود کا معنی نقل کرنے کے بعد کہا کہ یہ تشبیہ ہے اور استیلا کا معنی جو معتزلہ کے زعم پر ہے معطل ہے۔انہوں نے کہا کہ اہل سنت کہتے ہیں کہ استوا بر عرش صفتی ہے جو حق سبحانہٗ کے ساتھ ساتھ بعد علم الحال خاص ہے اور مسلمان کے لیے اس پر ایمان لانا واجب ہے اور اپنی عقل وفہم باری تعالیٰ کو تفویض کردے۔

لہٰذا عاقل اس جگہ کیسے سمجھ سکتے ہیں کہ یہ اہل سنت کا مذہب ہے حالانکہ صاحب معالم اس کے بعد پھر لکھتے ہیں کہ امام مالک نے صفت استوا کے سائل کو فرمایا کہ تو گمراہ ہے کہ مجھ سے معنی متشابہ کے بارے میں سوال کرتا ہے اور اس کو مکان میں ظاہر کرتا ہے۔اور سفیان ثوری ، امام اوزاعی، لیث بن سعد، ابن عینیہ، عبداللہ بن مبارک اور دیگر علماے اہل سنت رحمۃ اللہ علیہم اجمعین آیات متشابہات کے بارے میں اسی طرح کہتے ہیں کہ ہم ان کا حال دریافت کیے بغیر ان پر ایمان لاتے ہیں،تو اس تفسیر کے بعد رحمٰن کے لیے مکان ثابت کرنا اس قبیل سے ہے کہ

يُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْكِتٰبِ وَيَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ .

وہ کتاب کے بعض حصہ پر ایمان لاتے ہیں اور بعض کا انکار کرتے ہیں۔

دیگر اسناد پر اعتراض

اسی طرح یہ بات اظہر من الشّمس ہو چکی ہے کہ مذہب متفق اہل سنت اسی طرح ہے کہ اس قسم

کی آیات متشابہات ہیں مگراس کی دیگر اسناد کے ساتھ مزید توثیق بھی منقول ہے تاکہ کسی سے اس کا کوئی پہلوبھی قبول نہ رہے اوراس مردود مذہب کے رد میں بہت سے کارنامے سرانجام دیے ہیں۔

معتمد فصل ششم مشکلات ومتشابہات کی صفات واقسام کے مراتب میں ہے کہ جاننا چاہیے کہ قرآن جو صفات باری تعالیٰ اور جو خبر صحیح (احادیث صحیحہ) میں ثابت ہے اس پر ایمان لانا واجب ہے اور قیاس کے ساتھ اس میں کلام کرنا حرام ہے۔حق تعالیٰ نے فرمایا ہے :

اِنَّـمَا حَرَّمَ رَبِّیَ الْفَوَاحِشَ –تا– وَاَنْ تَـقُوْلُوْا عَلَی اللّٰهِ مَا لاَ تَعْلَمُوْنَ o

(سورۂ اعراف:۷/۳۳)

بے شک میرے رب نے فواحش کوحرام کر دیا....اورتم اللہ پرایسی بات کیوں کرتے ہو جسےتم جانتے نہیں ہو۔

اس باب میں دو گروہ ہیں جن پر قرآن وسنت نے مضبوط گرفت فرمائی ہے جیسا کہ پہلے دلائل گزر چکے ہیں۔فرقہ مشبہ درحقیقت وہ ہے جو آیات واحادیث میں صفات باری تعالیٰ وارد ہیں ان کے ظاہری معنی پر حمل کرنے کے لیے اس حد تک غلو کرتے ہیں کہ تشبیہ وتمثیل تک بات پہنچ گئی۔

اورفرقہ معطّلہ جو اس کے ظاہر کی نفی کرتا ہے اور حقیقت سے مجاز تک آتا ہے اس حد تک مبالغہ کرتا ہے کہ انہوں نے اس کوتعطیل تک پہنچا دیا ہے اور وہ اسامی وصفات کے منکر ہو گئے۔ان دو میں سے ہر ایک گروہ ضلالت وگمراہی کا شکار ہے اور مذہب حق اہل سنت ان دونوں سے سلیم ہے۔ اہل سنت کا قول یہ ہے کہ قرآن وحدیث سے جو صفات باری درست ہیں وہی ہیں۔اور معنی کے لحاظ سے صفات کی پھر تین اَقسام ہیں: ایک قسم ان میں سے وہ ہے جو واضح ہے جیسے علم وقدرت اور کلام حقیقی یہ ہے جو اس کے ظاہر پر دلالت کرے۔

دوسری قسم یہ ہے کہ ظاہر پر عمل کرنا یعنی اسی طرح لفظ کہنا اور درحقیقت جب اس کو علم یقینی حاصل نہ ہوتو محض رائے اور قیاس کے ذریعے سے کشف حقیقت نہیں کرنی چاہیے اوراس کی حقیقت کو بیان نہیں کرسکتا ہے کہ قسم ید وجہ سمع اور بصر ہے یہ عقیدہ رکھنا چاہیے کہ یہ اور جو اس باب میں اس کے متعلقہ ہیں نہ جوارح ہیں نہ اعضا اور نہ ہی اجزا ہیں۔اور طریق حق یہی ہے جو اہل سنت نے

اختیار کیا ہے کہ یہ اسماوصفات حق تعالیٰ سے ہیں۔(۱)

بہر حال ان کی کیفیت ہمیں معلوم نہیں ہے استواء نزول اوران کی مثل بھی اسی سے ہے کہ ہمیں اس کے ظاہر کو قبول کرنا چاہیے اوراس کے باطن پر اعراض نہیں کرنا چاہیے اوراس سے کیفیت کی نفی کرنا کیونکہ اللہ عزوجل اوراس کی صفات کی کیفیت جائز نہیں ہے اور ہمارے لیے تو بس یہی کافی ہے کہ ہم اس قسم کو شمار کریں اوراس کی تاویل کو اللہ عزوجل کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

تیسری قسم وہ ہے کہ صفات معانی کے ساتھ مناسبت رکھتی ہیں اگر ان کا ظاہری معنی پر حمل کیا جائے تو گمراہی ہے اور وہ جنب (پہلو،سمت)، یمین (دایاں) دہر (زمانہ) اور جو اس کے لیے آیات واحادیث وارد ہیں اس کے ظاہری معنی پر حمل کرنا اِلحاد و باطل ہے، یہ متشابہات ومشکلات کی صفات کے مراتب میں مذہب اہل حق ہے۔

اَین اللہ-و-فی السماء کا معنی

شرح نووی میں معاویہ بن حکم کی حدیث کے تحت لکھا ہے کہ **این اللّٰہ** یعنی اللہ کہاں ہے؟ تو اس نے کہا: **في السمآء** آسمان میں ہے،اوراس کی اسناد مجسمہ ومشبہ سے ہے کہ یہ حدیث' حدیث صفات میں سے ہے۔ جب کہ اس مثال میں اہل سنت کے دو مذہب ہیں چنانچہ کتاب الایمان میں اس کو مکرر ذکر کیا گیا ہے۔ ایک تو یہ کہ ہم ان صفات پر ایمان لاتے ہیں اس کے معنی کی تفتیش کیے بغیر اس عقیدہ کے ساتھ کہ خدا تعالیٰ مخلوقات کی صفات یعنی تمکن وغیرہ سے منزہ ہے جیسا کہ حق تعالیٰ کا قول ہے: **لیسَ کمثلہٖ شیی .**

دوم یہ کہ ہم ان کی وہ تاویلات کرتے ہیں جو جلال الٰہی کے لائق ہیں اور وہ یہ کہ اس سوال سے مکانِ الٰہی مراد نہیں ہے بلکہ کنیز کا امتحان تھا کہ کیا وہ موحدہ ہے جو خالق مدبر کا اقرار کرنے والی ہے؟۔

---

(۱) فتاوی عالمگیری میں ہے کہ تخییر میں ہے کہ قرآن مجید میں حق تعالیٰ کے لیے ید، وجہ وغیرہ جو آئے ہیں وہ جوارح نہیں ہیں بہر حال ان اشیاء کا فارسی میں حق تعالیٰ پر اطلاق جائز ہے یعنی ایسا کہنا چاہیے کہ اس میں خدا تعالیٰ کا ہاتھ ہے۔ بعض مشائخ نے اس شرط پر فارسی میں ترجمہ کرنے کا جواز رکھا ہے کہ کوئی شخص اعتقاد جوارح کا حامل نہ ہو۔ اور اکثر مشائخ نے کہا ہے کہ فارسی میں استواء برعرش ترجمہ کرنا جائز نہیں ہے۔

حق تعالیٰ اپنے افعال میں یگانہ ہے اور اس سے دعا مانگنے والا آسمان کی طرف نظر کرتا ہے چنانچہ نماز پڑھنے والے کو کعبہ کی طرف متوجہ فرمایا پھر بتوں کے پجاری ہیں جو زمین میں ہیں پس جب اس نے فی السماء کہا تو معلوم ہو گیا کہ موحد ہے اور بتوں کی پرستش کرنے والوں میں سے نہیں ہے جیسا کہ اس کو طیبی نے ذکر کیا۔

اور شیخ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ترجمہ مشکوۃ میں تحریر کیا ہے اور شیخ فتنی نے مجمع میں پھر امام نووی نے قاضی عیاض کے حوالہ سے بتایا کہ مسلمانوں کے تمام فقہاو محدثین متکلمین مجتہدین کا اس باب میں جو ظواہر آیات ہیں اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے جیسا کہ آسمان میں ذکر خدا کی مثل آیت :

اَ اَمِنۡتُمۡ مَّنۡ فِی السَّمَآءِ .

جو آسمان میں ہے اس کی ذات پر ایمان لاؤ۔

تو اس کے ظاہری معنی پر محمول رکھتے ہیں یعنی آسمان میں رحمٰن کے لیے مکان کا ثبوت بلکہ جملہ مسلمانوں نے اس کی جو تاویل کی وہی حق ہے۔

اور بعض مکان کے سوے جہت فرق کے قائل ہوتے ہیں اور بعض اصحاب تنزیہ حق تعالیٰ کے لیے مکان و جہت کی نفی کے قائل ہیں اور میں (مصنف) نہیں جانتا کہ حق تعالیٰ کی ذات وصفات میں عدم تفکر پر اجماع کے باوجود اثباتِ جہت میں اور حق سبحانہٗ کی شکل بیان کی تحریم پر اتفاق کے باوجود پھر سستی کرتے ہیں لیکن عصمت یہی ہے جو میں کہتا ہوں کہ:

هُوَ الۡقَاهِرُ فَوۡقَ عِبَادِهِ اسۡتَوٰی عَلَی الۡعَرۡشِ

اور خدا اپنے بندوں پر غالب ہے عرش پر استوا کیا۔

پس آیت سے تمسُّک کرنے سے جامع تنزیہ کلی حاصل ہوتی ہے جو حق تعالیٰ کے سوا کسی غیر حق تعالیٰ پر صادق نہیں آتی؛ کیونکہ لیس کمثله شیی ء۔اور یہ کلام قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ کا ہے۔

اور اسی شرح نووی میں حدیث ید واصبع کے تحت کہا ہے کہ اہل سنت کا مذہب یہ ہے کہ ہم ان آیات متشابہات پر ایمان لاتے ہیں اور اس کی مراد کا علم حق تعالیٰ کے سپرد کرتے ہیں اور ہم جوارح سے ظاہر معنی مراد نہیں لیتے ہیں کیونکہ حق تعالیٰ نے فرمایا :

لیس کمثله شیئ .

اور بعض جلال الٰہی کی مناسب تاویل کرتے ہیں کہ ہاتھ اور انگشت کا معنی یہ ہے کہ اس سے مجازاًاور استعارةً اختیار،قہر وتصرف مراد ہے۔

انگلیوں والی حدیث بخاری کی تحقیق

قسطلانی نے شرح صحیح بخاری میں متعدد مقامات پر اہل سنت کے متفقہ بیان کو سمجھایا کہ حق تعالیٰ جوارح،مکان اور جہت سے منزہ ہے جس کسی کو حدیث إصبعین اور **زوجنی الله فوق سبع سموات وفی السماء و فوق العرش** اورحق تعالیٰ نے میرا نکاح سات آسمانوں کے اوپر اور عرش کے اوپر کردیا- میں شک لاحق ہو تو اس کو

وکان الله سمیعا بصیرا . (اللہ عزوجل بہت زیادہ سننے والا اور دیکھنے والا ہے)

دیکھ لینا چاہیے۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث میں یہود کا قول ہے کہ حق تعالیٰ نے آسمانوں کی حفاظت اپنی ایک انگشت پر رکھی ہے اور درختوں اور نم ناک زمین کو دوسری انگشت پر رکھا ہے اور باقی مخلوق کو تیسری انگشت پر رکھا ہے۔

قسطلانی نے قرطبی کے حوالہ سے لکھا ہے کہ آں سرور علیہ السلام یہود کے اس تعجب خیز قول پر مسکرائے اور مندرجہ ذیل آیت کی تلاوت فرمائی :

وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ o

انہوں نے حق تعالیٰ کی قدرو منزلت کو ماننے کا حق اَدا نہیں کیا۔

پس ہر روایت صحیح ومحقق ہے راوی کی طرف سے اور تصدیق کے لیے لفظ کی زیادتی بے اعتبار و ساقط ہے؛ کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم محال کی تصدیق نہیں فرماتے ، اور یہ صفات تو حق تعالیٰ کے لیے محال ہیں اگر ہم میں سے کسی کی مثل حق سبحانہٗ وتعالیٰ کے ہاتھ، انگشت اور جوارح ہو جائیں تو ایسا کسی خدا کو لائق نہیں ہوگا پس یہود کا قول محال اور جھوٹ پر مبنی ہے۔حق تعالیٰ نے ان کے رد میں فرمایا :

وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ o

اور یہ تحقیق کلام سابق کے رد میں ہے جس پر آپ علیہ السلام نے یہود کی تصدیق کی بنا پر خندہ مبارک فرمایا یعنی یہود کی تصدیق نہ تھی بلکہ خندہ مبارک فرمانے کی وجہ بطور تعجب وتکذیب تھی۔ یہ ساری بحثیں امام قسطلانی کی کتاب التوحید سے نقل کی گئی ہیں۔

آنکھ اور کان کے ساتھ اشارہ کرنے والی حدیث کی تحقیق

امام سیوطی نے مرقاۃ السعود حاشیہ ابوداود میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کے تحت لکھا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بوقت تلاوت **سمیعًا بصیرًا** نرانگشت (بڑی انگلی) کان مبارک پر اور سبابہ (انگشت شہادت) کو آنکھ پر رکھتے۔

بیہقی سے روایت ہے کہ ان اشاروں سے مراد تحقیق وصف سمع وبصر ہے۔حق سبحانہٗ اس سے بالذات مراد نہیں اور نہ ہی جوارح کا اثبات ہے؛ کیونکہ خدا تعالیٰ مخلوقات کی مشابہت سے بلند ہے۔اور خطابی نے کہا کہ اس سے خدا تعالیٰ اور آدمیوں کے درمیان صفات کی نفی کی گئی ہے اور خدا عزوجل صاحب جوارح اور اجزاوابعاض نہیں ہے۔

لیس کمثله شیئ و هو السمیع البصیر o

قسطلانی نے دجال اعور (کانا دجال) کی حدیث کی شرح میں لکھا ہے کہ اس سے آنکھ کی طرف اشارہ ہے۔اور ابن حجر کی فتح الباری میں بھی اسی طرح ہے۔

تحقیق نزول الٰہی

مرقاۃ الصعود میں آسمان دنیا کی طرف نزول الٰہی کی حدیث کے تحت خطابی سے منقول ہے کہ مذہب سلف وفقہا یہ ہے کہ ان احادیث کے ظاہر پر ہمارا ایمان ہے اور ان کے معانی ہم کو معلوم نہیں۔

امام اوزاعی مکحول و زہری سے نقل کرتے ہیں کہ ان احادیث کے انہی الفاظ پر ایمان لانا چاہیے اور ان کے معانی کا کشف نہیں کرنا چاہیے؛ کیونکہ یہ جملہ متشابہاتِ قرآن سے ہیں۔

محدث دہلوی نے شرح مشکوٰۃ میں کہا کہ محققین کے نزدیک نزول فرمانا حق سبحانہٗ کی صفت ہے، ہم اس پر ایمان لاتے ہیں اور زبان کو ان کا معنی بیان کرنے سے بند رکھتے ہیں جیسا کہ شرع میں وارد تمام متشابہات مثل سمع و بصر، ید، استوا اور اس کی مثل کا حکم ہے اور یہی سلف کا مذہب ہے اور خلف کے مذہب کی تاویل ہے۔ملخصاً

مولانا قاری شرح فقہ اکبر میں کہتے ہیں کہ حق سبحانہٗ کے ید، وجہ، نفس، عین، استوا اور یمین سے مراد صفاتِ متشابہات ہیں کہ ان کی کیفیت نامعلوم ہے چنانچہ جمہور سلف اور جملہ خلف کا یہی مذہب ہے۔

فخر الاسلام بزدوی نے کہا کہ اہل سنت کے نزدیک حق سبحانہٗ کے لیے ید اور وجہ کا اثبات حق ہے؛ مگر اصل - یعنی ان الفاظ کا حق تعالیٰ پر اطلاق - تو معلوم ہے تاہم وصف متشابہ ہے۔اور نادانی مراد سے ابطالِ اصل جائز نہیں ہے۔معتزلہ اسی جہت سے گمراہ ہوئے کہ اپنی نادانی کی وجہ سے اصول کے منکر ہوئے۔اس کو شمس الائمہ سرخسی نے نقل کیا، آپ نے فرمایا کہ اہل سنت ان آیات سے معلوم اصل کو ثابت کرتے ہیں۔جن میں مشابہت ہے ان سے توقف کرتے ہیں، اور ان کیفیات کی طلب مراد کے شغل کو جائز نہیں سمجھتے ہیں چنانچہ حق تعالیٰ نے راسخین فی العلم کی توصیف بیان فرمائی۔اور یہی مراد ہے ان احادیث کی عباراتِ متشابہات کا جن میں قبضہ، اصابع، قدم، ید، اور عین وارد ہوا ہے۔

امام اعظم سے آسمان پر خدا کے نزول کا معنی پوچھا گیا تو فرمایا کہ یہ نزول بلا کیف ہے اور اسی طرح صورت اور اسی کی مانند ہے؛ لہٰذا واجب ہے کہ ہم اس کے ظاہر کو مانیں اور اس کے حقیقی علم کو خدا کے سپرد کر دیں اور وہ سبحانہٗ جوارح اور مشابہت صفات مخلوقات سے منزہ ہے۔امام اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ عرش پر حق تعالیٰ کے لیے استوا بلا احتیاج و بلا استقرا ثابت ہے۔اگر جلوسِ عرش محتاجی ہے تو پھر عرش سے آگے کیا تھا، نتیجہ یہی نکلا کہ وہ اِستقرا و جلوس سے منزہ ہے۔

پھر ایک مسئلہ تفضیل انبیا علیہم السلام میں فرمایا کہ حق تعالیٰ کی مخلوق پر علو مرتبت اس **ھو القاھر فوق عبادہ** سے مستفاد ہے، جس سے بلندی مرتبہ مراد ہے نہ کہ بلندی مکان۔

مجسمہ اور جاہلانِ حنابلہ کا موقف

مذہب اہل سنت بلکہ جمیع اہل اسلام معتزلہ وخوارج و دیگر اہل بدعت کا بھی یہی مذہب ہے مگر مجسمہ کا گروہ اور جاہلانِ حنابلہ حق سبحانہٗ کے لیے جہت علو کے قائل ہیں :

تعَالی اللّٰہُ عن ذٰلِک علوًّا کبیرًا o

اللہ جو تیرے پاس ہے اس سے بہت بلند و بالا ہے۔

شارح طحاوی اور اہل بدعت کی ایک جماعت رحمٰن کے لیے علو مکان کی قائل ہے اور فوقیت و علویت والی کو آیات و احادیث کو بطور سند لاتے ہیں اور یہ نہ جانا کہ یہ جملہ ماؤل بہ علو مرتبہ ہے۔ انھوں نے ابو مطیع بلخی کے قول کو سند پکڑا کہ امام اعظم رضی اللہ عنہ سے ایک شخص کے بارے میں پوچھا جو یہ کہتا ہے کہ میں نہیں جانتا کہ وہ آسمان میں ہے یا زمین میں ۔امام اعظم نے فرمایا کہ یہ شخص کافر ہے۔اور اس سند کا جواب وہ ہے جو امام ابن عبدالسلام نے کہا کہ اس شخص کو اس بنا پر کافر کہا کہ اس کے قول سے رحمٰن کے لیے ثبوت مکان کا وہم آتا ہے اور جو کوئی رحمٰن کے لیے مکان کا توہم کرے وہ مشبہ ہے۔انتہی

احوال ابو مطیع بلخی

اور اس بات میں شک نہیں کہ ابن عبدالسلام اجلہ علماے ثقات سے ہیں اور ان کی نقل پر اعتماد کرنا واجبات سے ہے اور شارح عقیدہ طحاوی کی نقل پر کوئی اعتبار نہیں بلکہ ابو مطیع وضاع احادیث تھا چنانچہ بہت سے محدثین سے اس کی تصریح ہوتی ہے اور جو امام اعظم سے منقول ہے کہ صفات متشابہات پر ایمان لانا چاہیے اور حق تعالیٰ کو اس کے ظاہری معنی سے منزہ شمار کرنا چاہیے اور ان کا علم اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دینا چاہیے اور امام الحرمین سے نفی علو آئی ہے کہ :

کان اللّٰہ و لا عرش وھو الآن کما کان .

اللہ اس وقت بھی تھا جب عرش نہ تھا اور وہ اب بھی ہے جیسے وہ پہلے تھا۔

اور وہ جو دعا کے وقت آسمان کی طرف ہاتھ بلند کرنے کو سند پکڑا، یہ بھی مردود ہے کیونکہ آسمان دعا کا قبلہ ہے نہ کہ مکانِ خدا ہے؛ ورنہ تو آسمان کی طرف منہ ہی نہ کیا جائے اور تحقیق ہمیں دعا کے وقت آسمان کی طرف منہ کر کے دعا کرنے سے منع کیا گیا ہے تاکہ خدا تعالیٰ کے لیے مکان کا وہم نہ آئے۔

شرح قصیدہ امالی میں اسی طرح ذکر کیا ہے، اس کے آخر میں کہتے ہیں کہ اسی آیت استویٰ میں استقرا پر مجسمہ کے لیے کوئی سند نہیں ہے کیونکہ استوا کے بہت سے معانی ہیں جیسے استیلا تمام، کمال، اعتدال، استقرا پس تعدد احتمال کی وجہ سے استدلال تمام نہ ہوگا اور الیواقیت والجواہر میں بھی اس کی مثل آیا ہے۔

جواز تاویل اِستوا باستیلاء

یہاں پر یہ بھی جان لینا چاہیے کہ معالم وقسطلانی میں واقع ہے کہ معتزلہ اِستوا کو استیلا کے ساتھ تاویل کرتے ہیں یہ مراد نہیں ہے نہ جو کوئی استوا کی استیلا سے تاویل کرے وہ معتزلہ ہے۔ وہ اس تاویل سے نفی صفت مراد لیتے ہیں اور اہل سنت اثباتِ صفات اور نفی تشبیہ کرتے ہیں۔ اگر متاخرین اس تاویل کو اختیار کرتے ہیں تو مضائقہ نہیں ہے چنانچہ مدارک، بیضاوی، حسینی، اور ضوء المعانی وغیرہا استوا کو استیلا سے تاویل کرتے ہیں۔ اور اس کے ذکر کے لیے عرش کی تخصیص اس لیے کی گئی ہے کہ جب اللہ عزوجل عرش پر- جو کہ اعظم واشرف ہے- مستوی ہوگا تو تمام مخلوقات پر بطریق اولیٰ غالب ہو جائے گا اور وجود استیلا قہر وغلبہ کے بعد لازم نہیں؛ کیونکہ استیلا لغت میں ہاتھ کا کسی چیز کو مکمل پالینا ہے جیسا کہ الصراح وغیرہ میں اس کی تصریح ہے، اور یہ مقابلہ کہ مستلزم نہیں ہے کہ قہر وغلبہ کی حاجت پڑے اسے اچھی طرح ذہن نشین کر لیں۔

تفسیر مدارک، بیضاوی اور حسینی میں لکھا ہے کہ آیت استوا متشابہات سے ہے جبکہ مدارک اور تمہید عقائد میں حضرت امام جعفر صادق، امام اعظم اور امام مالک رضی اللہ عنہم سے منقول ہوا کہ استوا بلا کیف ثابت ہے اور اس پر ایمان واجب ہے۔ نیز خدا تعالیٰ جب مکان نہ تھا تب بھی تھا۔ تمہید میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بھی اسی طرح نقل کیا گیا ہے۔

طیبی شرح مصابیح میں اور محدث دہلوی اپنی اکثر تصانیف میں جیسے شرح ترجمہ مشکوٰۃ مجمع البحرین وغیرہا میں اور شیخ محمد طاہر مجمع بحارالانوار میں آیت استویٰ کو متشابہ قرار دیا ہے اور مقولہ امام مالک (یعنی استوا مجہول والکیف غیر معقول) کو سند لاتے ہیں۔ جو چاہے اس میں غور وفکر کرے؛ لہٰذا مسلمانوں پر واجب ہے کہ وہ اس قدر ائمہ مجتہدین دین وسلف صالحین کی اتباع کریں۔ رضی اللہ عنہم اجمعین۔

صحیح بخاری میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی اُمت کو لزومِ جماعت کی تائید فرمائی ہے جماعت بھی اہل علم مجتہدین کی جیسا کہ قسطلانی میں ہے۔ صاحبت، مکالمت اور مجالست سے یہ لوگ متشابہات میں گر پڑے ہیں، اہل سنت کے راستے سے دور چلے گئے ہیں، اور خود کو انہوں نے تنہا کر دیا ہے؛ کیونکہ صحاح ستہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کی تلاوت کی :

هُوَ الَّذِیُ اَنُزَلَ عَلَیُکَ الُکِتَابَ مِنُهُ آیتٌ مُّحُکَمَاتٌ وَ اُخَرُ مُتَشَابِهَات وَ مَا یَذَّکَّرُ اِلَّآ اُولُوا الاَلُبَابِ o

وہ ذات جس نے آپ علیہ السلام پر کتاب نازل فرمائی اس میں بعض آیات محکم ہیں اور بعض متشابہ اور اس سے صرف اہل عقل ہی ہدایت پاتے ہیں۔

پھر فرمایا: اے عائشہ! جب تم دیکھو کہ لوگ متشابہات میں جھگڑا کرتے ہیں تو سمجھ لو کہ یہی وہ لوگ ہیں جن کو حق تعالیٰ نے گم راہ، اور بدعتی فرما دیا ہے؛ لہٰذا ان لوگوں سے پرہیز کرو اور ان کی مجالس سے بچو۔

امام نووی اس حدیث کی شرح میں امام غزالی سے نقل کرتے ہیں کہ جو آیات حق تعالیٰ کی صفات کے بارے میں نازل ہوئی ہیں ان کا ظاہر موہوم جہت وتشبیہ متشابہات سے ہے اور ایسے لوگوں کی مخالطت، مکالمت، مجالست سے اجتناب کیا جائے؛ کیونکہ یہ لوگ متشابہات کی اِتباع کر کے فتنہ برپا کرتے ہیں یعنی جہال فتنہ اندازی کرتے ہیں اور اہل سنت کے خلاف تخریبی کارروائیاں کرتے ہیں۔ اور اگر کوئی ان میں سے کسی متشابہ کے بارے میں سوال کرے تو اس کا جواب نہیں دینا چاہیے بلکہ اس کو تعزیر دی جانی چاہیے؛ جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ذریعہ صبیغ بن عسیل کو

۔جو کہ متشابہات کا متبع تھا۔تعزیر دی گئی تھی۔عادل حقانی خلیفہ ثانی رضی اللہ عنہ کے صبیغ کو سزا دینے والا واقعہ تفسیر اتقان میں اور ازالۃ الخفاء میں اس طرح مذکور ہے۔

قصہ تعزیر صبیغ متبع متشابہات

ایک صبیغ نامی شخص نے آیات متشابہات کے بارے میں پوچھا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو طلب کیا اور کھجور کی سبز شاخ سے اِتنا مارا کہ اس کے سر سے خون نکل پڑا بلکہ ایک روایت میں ہے کہ اس کے زخم خوردہ ہو جانے کی وجہ سے آپ نے اس کو مارنا موقوف کر دیا اور پھر اس کو قید خانہ میں ڈال دیا گیا۔جب اس کے زخم مندمل ہو جاتے تو آپ اس کو پھر مارتے پھر قید خانے میں ڈال دیتے۔

چند بار ایسا کرنے پر صبیغ نے عرض کی کہ مجھے ایک ہی بار میں قتل ہو جانا منظور ہے تاکہ روز روز کے عذاب سے نجات ملے تو آپ نے اس کو بصرہ کی طرف زادِراہ دے کر اسی دن رخصت کیا اور ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو لکھا کہ لوگوں کو کہہ دیں کہ اس شخص کی مجالست کرنا حرام ہے اور یہ متشابہات کی پیروی کرنے کے سبب ذلیل و ہلاک ہوا ہے،اگرچہ یہ اپنی قوم میں بڑا شریف وعزیز تھا۔

سبحان اللہ! صدر اوّل میں یہ معاملہ تھا کہ متشابہات کے پیروکار اگرچہ شریف ومعزز ہی کیوں نہ ہوتے ان کو شدید ذلت آمیز عذاب دیا جاتا تھا اور اب دیکھیے کہ متشابہات پر عقائد منظر عام پر آ گئے ہیں اور رحمٰن کے لیے مکان و جوارح ثابت کیے جا رہے ہیں، یہ لوگ خود کو موحد شمار کرتے ہیں اور اپنے آباو اَجداد کو کافر بتلاتے ہیں۔ یہ سب ملا اور ان کے جہال پیروکار واجب التعزیر ہیں کیوں کہ یہ خود بھی گمراہ ہیں اور دوسروں کو بھی گمراہ کہتے ہیں۔ اور ایسوں سے اس وقت تک مصاحبت نہ کی جائے جب تک یہ توبہ نہ کر لیں۔

عرش کو رحمٰن کا مکان کہنا کمالِ بے وقوفی ہے۔کیا عرش اپنی وسعت وعظمت کے باوصف رحمٰن کا مکان بننے کے لائق ہے۔اس کو الیواقیت والجواہر میں کہا ہے کہ بے خبر ہیں وہ لوگ جو حق سبحانہٗ کو فوق العرش جانتے ہیں اور اس کے لیے جہت فوق کا اثبات کرتے ہیں۔عرش اور اس کے ماسوا تمام

حادث ہے اور حق تعالیٰ کی مخلوق سے کیا نسبت ہوسکتی ہے کہ وہ خالق قدیم ہے تو بھلا یہ مکان جو حادث ہے اس قدیم کا مستقر کیسے ہوسکتا ہے!۔

حق تعالیٰ کے لیے مکان کیوں ہوگا؟

مکتوباتِ مجددیہ میں ہے: **الرحمٰن علی العرش استویٰ** اگرچہ بظاہر موہم ثبوت جہت ومکان ہے؛ لیکن فی الحقیقت یہ نفی جہت ومکان کرتا ہے؛ کیونکہ اثبات جہت ومکان توفیما **لیس بجهة و مکان** (اس میں اس کی جہت اور مکان نہیں ہے) کرتا ہے اور یہ کنایہ ہے بے جہتی اور بے مکانی سے؛ لہٰذا غور کریں۔(۱)

(مجدد پاک علیہ الرحمہ) نے اپنے رسالہ المعارضۃ میں فرمایا ہے کہ آیت استویٰ کی تفسیر میں صحیح بخاری میں مجاہد سے مروی ہے کہ **ای علا علی العرش**.

قسطلانی نے ابن بطال سے نقل کیا ہے کہ یہ مذہب صحیح ہے اور یہی مذہب حق ہے اور قول اہل سنت؛ کیونکہ حق سبحانہٗ نے خود کو علا کے ساتھ متصف کیا ہے فرمایا: **تعالی عما یشرکون** (جس کا وہ شرک کرتے ہیں وہ اس سے بہت بلند ہے)۔

مصابیح میں ہے کہ مجاہد کے قول کو اہل سنت کے بہت سے ائمہ نے پسند کیا ہے اور مجمع وغیرہ میں کیا ہے کہ مجاہد تمام کے نزدیک مفسر مقبول ہیں۔

---

(۱) **علاقه ظهور او را عرش اللّٰه ما مسند والا عرش وغیره نسبت باو تعالیٰ برابر اند که همه مخلوقات ویند تعالیٰ اما عرش را قابلیت نمایندگی است و دیگر از نسبت آئینه که صورت شخص را نماید نمتیوان گفت که ان شخص در آئینه است بلکه نسبت شخص بائنه و دیگر اشیاء مقابله برابر است. ا ه عبارت المکتوبات**

ترجمہ: اس کے ظہور کے علاقہ کا نام عرش رکھا گیا ہے اور عرش کی حق تعالیٰ کے ساتھ نسبت برابر ہے کہ تمام مخلوقات اس کو حق تعالیٰ کے ساتھ نسبت دیتی ہیں اس لیے عرش نمائندگی کے قابل ہے اور دوسری کوئی چیز قابلیت عرش کی متحمل نہیں ہے آئینہ شخص کی صورت کو دکھاتا ہے یہ نہیں کہا جاسکتا ہے کہ وہ شخص آئینہ میں ہے بلکہ شخص کی آئینہ کی طرف نسبت ہے اور دیگر اشیاء کا مقابلہ برابر ہے۔(مکتوبات کی عبارت)

ابن تیمیہ نے اپنے رسالہ میں اس کو پسند کیا ہے پس ابن تیمیہ کے پیروکاروں کے لیے ویل ہے کہ ان کے شیخ الاسلام تو تفسیر مجاہد کو پسند کرتے ہیں مگر متبعین پسند نہیں کرتے ہیں اور استقرا کے درپے ہوکر مجسمہ میں داخل ہورہے ہیں۔خود اپنی رائے میں جب ابن تیمیہ سے رحمٰن کے لیے مکان وجسم ثابت ہوا تو اس کی اتباع کس قدر گناہ کا باعث ہوگی۔اس کا بیان عنقریب آرہا ہے۔

اب ہم دو تین مزید اسناد لاتے ہیں جن کو شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے ازالۃ الخفاء میں لکھا ہے:
جاننا چاہیے کہ آیاتِ صفات مثل وجہ و ید شارع کی مرضی میں غور وخوض نہیں کرنا چاہیے۔ان کی تفسیر میں اور جملہ آیاتِ احکام میں عدم تعیین مراد علی وجہ الجزم (مراد کی تعیین یقینی حد تک واضح نہیں ہے) ہے تاکہ اُمت کو تنگی لازم نہ آئے بلکہ ان مباحث میں سوال کو پسندیدہ نظر سے نہیں دیکھا جاتا۔(۱)

مالا بد منہ میں ہے: ہم ایمان لاتے ہیں کہ حق تعالیٰ اشیا کو محیط ہے اور احاطہ،قرب اور معیت کے معنی ہم نہیں جانتے کہ کیا ہے۔اور اسی قبیل سے اس کا عرش پہ استوا، بندۂ مومن کے قلب میں اس کا سما جانا اور آخر شب میں اس کا آسمانِ دنیا پر نزول فرمانا بھی ہے کہ اس تعلق سے احادیث ونصوص وارد ہوئی ہیں۔نیز ید و وجہ پر بھی نصوص ناطق ہیں،تو ہمیں ان پر ایمان لانا چاہیے اور اس کے ظاہری معنی پر حمل کرنے سے احتراز کرنا چاہیے۔

تفسیر عزیزی میں ہے :

یَوۡمَ یُکۡشَفُ عَنۡ سَاقٍ o

یعنی ایک دن ایسا ظاہر ہوگا کہ پردۂ حقیقت اٹھادیا جائے گا۔

اسی کا نام حقیقت ساق ہے اور اس ساق کو تمام حقائق الٰہیہ سے ایسی نسبت ہے جس طرح تمام اعضائے انسانیہ کو ہوتی ہے۔اس حقیقت کا یہ نام استعارہ وتشبیہ کی جہت کی بنا پر دیا گیا ہے۔شریعت

---

(۱) فیروز پور کے مقام پر لکھو کے مولویوں نے شاہ ولی اللہ صاحب کے ترجمہ قرآن کے ہیں اس طور مطبوعہ کو بطور سند پیش کیا کہ استوی کا ترجمہ قرار پکڑنا کیا ہے۔میں نے جواب دیا کہ ترجمہ بین السطور کو سند بنانے میں علمائے محققین کو جواب یہ ہے کہ پہلے اصل ترجمہ کو پیدا کرو پھر اس سے جواب طلب کرو۔۔۔اس جواب سے وہ خاموش ہوگئے اور کیونکہ ازالۃ الخفاء اہل سنت کے موافق لکھی گئی ہے تو پھر استوی کا ترجمہ قرار پکڑنا کیوں کریں اگر بالفرض اس طرح بھی ترجمہ کرتے ہیں۔۔۔

مطہرہ میں ان حقائق کی تفصیل وارد ہوئی ہے۔ چند چیزیں ہیں: وجہ، عین، ید، یمین، اصابع، حقو یعنی کمر، ساق اور قدم الی قولہ

ان حقائق کو سمجھنے میں لوگوں کی عقلیں اَفراط وتفریط کا شکار ہوئی ہیں۔ جماعت (مجسمہ) نے بغیر عقل و دانش کے کارِ حقیقت کو انتہا درجہ کے ورطۂ تشبیہ میں ڈال دیا ہے، ان حقائق کو اپنے اعضاو جوارح پر قیاس کرلیا، اور جناب الٰہی کی شکل وصورت کے معتقد ہو بیٹھے۔

تَعَالَى اللّٰهَ عَمَّا يَقُوْلُ الظّٰلِمُوْنَ عُلُوًّا كَبِيْرًا o

اور دوسری جماعت (معطلہ) نے قاعدۂ تنزیہ کو مضبوطی سے پکڑا اور ان حقائق کے اثبات کو دوراز کار تاویل سے اس قاعدہ کے منافی جانا کہ یہ حکم نفی اور انکار رکھتا ہے۔ درحقیقت یہ ان حقائق کو سمجھنے میں اہل تشبیہ کے شریک ہوگئے ہیں۔(۱)

ان عبارات سے صراحتاً ثابت ہوگیا ہے کہ ید، وجہ وغیرہ کو سمجھنے کی بنا پر ان کے درمیان استعارۃً اعضا کے نام رکھے ہیں۔ جوکوئی ان کو اعضاے انسانی پر قیاس کرے اور حق تعالیٰ کے لیے جوارح ثابت کرے تو وہ اہل تشبیہ اور ظالمین میں سے ہے۔

اور ماقبل کی تفسیر میں گزرا ہے کہ تشبیہات یہود ونصاریٰ کا مذہب ہے تو معلوم ہوا کہ وہ مجسمہ جو حق تعالیٰ کے لیے مکان و جوارح کے قائل ہیں اہل سنت کے سلف وخلف کے نزدیک برادرانِ یہود ونصاریٰ ہیں۔

اب جب کہ ان نو مجسمہ کے رد میں بعض اسناد کے اضافہ سے ہاتھ فارغ ہو چکا تو مناسب ہے کہ ان کے ایک شبہہ کا جواب اغواے مسلمین کے لیے لکھ دوں تا کہ قلم بھی پُرمسرت ہو جائے اور وہ

---

(۱) اور اس مقام پر یہ تفسیر کی ہے کہ معرفت ذات کے بعد معرفت اعضاء کو ذات الاعضاء کی صورت باندھی ہے اور اس جگہ پر گمان اس طرف نہیں جاتا ہے کہ شاہ صاحب خدا تعالیٰ کو صاحب اعضاء جانتے ہیں کیونکہ یہ کلام ان لوگوں کی فہم سے ہے جو اس کے لیے اعضاء کو تسلیم کرتے ہیں اس کی صورت وشکل کے معتقد ہیں پس ان کے جواب میں ۔۔۔۔ لفظ کو ادا کیا ہے ورنہ تفاسیر میں یہ بات گزر چکی ہے تحفہ اثنا عشریہ میں منقول ہے کہ چہرہ، آنکھیں، کان، منہ، ناک، ہاتھ اور پاؤں کے ثبوت میں بعض فرق امامیہ کا مذہب ہے اور اہل سنت کے نزدیک حق تعالیٰ مکان اور اوپر نیچے کی جہت سے پاک ہے اور تفسیر عزیزی میں اس آیت کے تحت **فاینما تولوا فثم وجهه الله** لکھا ہے کہ وہ حق تعالیٰ مکانی نہیں ہے۔

یہ ہے کہ غنیۃ الطالبین جو کہ حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کی تصنیف ہے اس میں مرقوم ہے کہ خدا جہت علو میں ہے۔(۱)

جواب عبارت غنیۃ الطالبین

اس خدشہ کا جواب دو طریقے سے دیا جا سکتا ہے: ایک تو یہ کہ محققین اہل سنت کہتے ہیں کہ یہ مخالفین کی آپ جناب پر تدلیس ہے۔اس کو فتوحاتِ مکیہ کے حوالے سے الیواقیت والجواہر میں بیان کیا ہے۔اور تدلیس کیوں نہ ہوگی کیونکہ اسی غنیۃ الطالبین میں آدابِ دعا میں مرقوم ہے کہ دعا مانگتے وقت آسمان کی طرف نظر نہ اٹھائی جائے۔اور حیات الذاکرین میں حضرت غوثیت سے منقول ہے کہ آیات صفات پر ایمان لانا واجب ہے اور اس کا علم جناب الٰہی کی طرف تفویض کر دیا جائے۔ نیز غنیۃ الطالبین میں دوسری بہت سی توجیہات بھی ہیں۔

لیکن بعض کے مذہب کی بنا پر جہت علو اس معنی کر ہے کہ مسلمان جہت بالا میں اپنی قضا حاجات کے لیے حق سبحانہٗ سے عرض کرتے ہیں کیونکہ آسمان قبلۂ حاجات ہے چنانچہ کعبہ قبلۂ نماز ہے اور یہ جہت جہت مکانی نہیں ہے۔اس کو الیواقیت والجواہر میں نقل کیا ہے اور مولانا عبدالحکیم سیالکوٹی اس کے ترجمہ میں بھی اسی طرح ذکر کرتے ہیں۔فتدبر۔

ذکر احوال ابن تیمیہ

اب تو نوبت یہاں تک پہنچ چکی ہے کہ مسلمانوں کو ابن تیمیہ کے حال سے ضرور مطلع ہونا چاہیے جس کے عربی رسالہ کی تحقیق کی وجہ سے کہ رحمٰن کے لیے مکان و جوارح ثابت ہیں تو مجسمہ

(۱) غنیۃ جو کہ السید الجلیل الشیخ عبدالقادر الجیلانی رضی اللہ عنہ سے منسوب ہے اس میں واقع ہے کہ مرجئہ کے بارہ فرقے ہیں ان میں سے ایک حنفیہ ہے جو کہ ابوحنیفہ نعمان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے اصحاب ہیں اور تحقیق اہل نظر کو استشکال ہو رہا ہے اور ان سے مختلف وجوہ سے جواب عبدالعزیز پرہاروی رحمۃ اللہ علیہ نے عقائد اسلام میں دیے ہیں۔امام یافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے شیخ اصفہانی اور شیخ تقی الدین رحمۃ اللہ علیہما سے العید بتاکید میں منقول ہے کہ آپ جناب (شیخ عبدالقادر جیلانی) رضی اللہ عنہ کا اس سے رجوع ظاہر ہو چکا ہے اور امام نے الیواقیت والجواہر میں فتوحات مکیہ سے اسی طرح منقول ہے۔واللہ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب۔۱۲عفی عنہ

پیدا ہوگئے ہیں؛ لہٰذا جان لو کہ ابن تیمیہ اہل سنت کا مخالف و مردود، اور موافق و مقبولِ اہل تجسیم ہے۔اس معنی کی سند بعض کتب دینیہ میں منقول ہے۔

ردالمحتار میں لکھا ہے: ابن حجر نے فتاوی فقہیہ میں ذکر کیا ہے کہ حافظ ابن تیمیہ کے مطابق نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو قراءت کا ثواب پہنچانا منع ہے۔اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کی اجازت کے بغیر یہ کام کرنے کی جرأت نہیں کرنی چاہیے۔فقط درود بھیجیں۔

یوں ہی وسیلہ پکڑنے کے سوال پر پھر ابن حجر نے کہا کہ امام سبکی اور ان کے ساتھ دوسرے احباب نے ابن تیمیہ کے رد میں مبالغہ کیا ہے کہ اس معاملے کی مثل میں خاص اذن کی حاجت نہیں ہے۔کیا تو نہیں دیکھتا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد ان کی طرف سے بہت سے عمرے اَدا کیے، حالانکہ یہ آپ علیہ السلام کی وصیت تو نہ تھی (کہ میری طرف سے بعد وفات برائے ایصال ثواب عمرہ اَدا کرتے رہنا یہ تو فقط جذبۂ عشق و محبت ہے)۔

ابن موفق جو طبقۂ حنابلہ میں سے تھے انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ۷۰ حج ادا کیے۔اور ابن سراج نے سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے دس ہزار سے زائد قرآن کریم ختم کیے اور اسی قدر آپ کی شان عالیہ پر جانور قربان کیے۔میں نے اسی مذکور کی مثل مفتی حنفیہ شہاب احمد بن شعبی جو صاحب بحر الرائق کے استاد ہیں ان کے خط کو شرح طیبہ نووی میں نقل ہوا دیکھا ہے۔

اسی طرح ردالمحتار میں حافظ ابن تیمیہ سے منقول ہے کہ وہ روضۂ منورہ کی زیارت سے منع کرنے کا قائل ہے، اگرچہ بعض علما نے کہا کہ وہ روضہ منورہ کی زیارت سے منع نہیں کرتا مگر تین مساجد کے علاوہ رخت سفر باندھنے سے منع کرنے کا قائل ہے؛ لیکن درحقیقت ابن تیمیہ کے کلام کو رد کرنے کے لیے علما نے کلیدی کردار ادا کیا اور امام سبکی سے اس کے رد بلیغ میں تالیف منیف اور تصنیف شریف وارد ہے۔(۱)

---

(۱) امرت سر کے شہر میں مولوی بشیر الدین نامی شخص نے جو کہ وہابی کے نام سے مشہور ہے ایک رسالہ تالیف کیا جو مولوی فضل رسول بدایونی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب کے رد میں لکھا ہے اور اس میں تحریر ہے کہ ملا علی قاری نے اپنے فلاں رسالہ میں لکھا ہے کہ ابن تیمیہ نے حق تعالیٰ کے عرش پر استواء کو ثابت کیا ہے اور نیز صفات برحق میں علماء

مفتی صدرالدین صاحب دہلوی نے۔جوان نو مجسمہ میں سے اکثر کے استاد ہیں۔رسالہ منتہی المقال شرح حدیث لاتشدوا الرحال لکھا جس میں ابن تیمیہ کے موقف کی بابت زیارت قبر نبوی کے تعلق سے چند کلمات تحریر کیے ہیں۔جس کسی نے علما سے سنا تو وہ اس کی بدی کے قائل ہو گئے۔

اس نشست میں اس کے فرمان بے سرش سے چند کلمات تراشے ہیں تو وہ کلمات اس کے لائق نہیں ہیں کہ ہم ان کو بطریق نقل زبان پر لائیں؛ مگر جب اس کے رسائل 'صراط مستقیم' کے نام سے ہندوستان اور دیگر بڑے بڑے علاقوں میں پھیل چکے ہیں اور اس کے متبعین عوام کو سیدھے راستہ سے ہٹا کر ضلالت وگمراہی کے رستے پر ڈال رہے ہیں تو اب یہ ناگزیر ہو چکا ہے کہ عقائد عوام کو ان کی گمراہی سے محفوظ کیا جائے۔

شیخ امام ہمام سند المحدثین شیخ محمد برنسی کتاب اتحاف میں لکھتے ہیں کہ ابن تیمیہ جس نے یہ جرأت کی۔خدا اس کے معاملے میں عدل فرمائے۔اور اس نے دعوی کیا کہ سفر زیارت قبر مطہر نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام حرام ہے اور اس سفر میں دو رکعت نماز ادا نہیں کرنی چاہیے؛ کیونکہ مسافر تو گناہ گار ہے اور اس باب میں ایسی زبان درازی استعمال کی جس کی ساعت سے لوگوں کے کان کراہت محسوس کرتے ہیں، اور ان کی طبائع متنفر ہوتی ہیں اور اس کلام کی بدبختی ان پر اس طرح پڑی کہ انہوں نے رب کبریا کی جلالت میں بھی رخنہ اندازی کی اور رحمٰن کے لیے مکان وجسم کے قائل ہو گئے اور ائمہ سابقین کو گمراہ سمجھنے لگے کہ وہ حق سبحانہٗ کو منزہ کہنے میں مائل ہوئے اور اس عقیدہ غیر سدیدہ کی منبروں پر تشہیر کرنے لگے نیز خلفاے راشدین پر بیہودہ اعتراضات ہونے لگے تو اسی وجہ سے عوام وخواص میں بے اعتبار ہونے لگے۔علماے امت نے ان کے کلمات فاسدہ کا رد بلیغ کیا اور ان کے قبائح اوہام اور غلطات خام کو بیان کیا۔

بقیہ....اہل سنت کے مطابق ہے اس کو دیکھنے کے بعد میں نے کہا کہ یہ تمام بہتان بندی اور طوفان پسندی ہیں کیونکہ یہی مولانا قاری شرح فقہ اکبر جو کہ آپ کی مشہور تصنیف ہے اس میں متعدد مقامات پر لکھتے ہیں کہ رحمٰن کے لیے جوارح ومکان کا اثبات کفر ہے محلّہ اہل سنت اہل بدعت بھی اس مسئلے میں متفق ہیں سوائے بعض مجسمیہ اور بعض جاہل حنابلہ حق تعالیٰ کے لیے مکان اور جہت فوق کو ثابت کرتے ہیں چنانچہ اسی عقیدہ شارح عقیدہ طحاوی کا رد بلیغ کیا اور اس کا حاصل کلام اس رسالہ (یعنی تحقیق تقدیس الوکیل) میں منقول ہے پس ظاہر ہے کہ ابن تیمیہ اور ابن قیم وغیرہم۔۔۔

محقق ابن حجر ہیثمی نے اس کے حق میں کہا کہ ہم کس طرح ابن تیمیہ کی طرف نظر کریں یا امور دین میں اس پر کس طرح اعتبار کریں تو خدا نے ابن تیمیہ پر امام کو مسلط کیا جو کہ متفقہ طور پر دین دار عالم ہیں اور تحقیق شعار مجتہد ہیں۔ حضرت تقی سبکی قدس سرہ نے اس کے رد میں ایک کتاب تصنیف فرمائی جن کی تحریر لائق قلوب ہے اور اس کی قیمت اکسیر سے فائق ہے۔ پس نہایت عمدہ بیان فرمایا ہے اس میں دلائل کو اتنے احسن انداز سے پیش فرمایا کہ مومنین کے قلوب باغ باغ ہو گئے اور ان کی آنکھوں میں حق تعالیٰ نے نور یقین کو بڑھا دیا اس امام کو جمیع اہل اسلام کی جانب سے جزائے خیر ملے اور ان کی وجہ سے جملہ مکروہات دور ہوئیں اور شیخ احمد قسطلانی نے کہا کہ ابن تیمیہ قبر مطہر کی زیارت میں عجب بدکلام ہے اور اس کا شیخ تقی الدین نے رد کیا اور مسلمانوں کے قلوب کو شفا بخشی ہے اور شیخ افضل المحققین والمحدثین شیخ محمد شامی نے کہا کہ قبر منور کی زیارت کی مشروعیت میں ائمہ دین نے بہت سی تصانیف لکھی ہیں چنانچہ شیخ تقی الدین سبکی، شیخ کمال الدین بن زملکانی، شیخ داود اور ابن جماعہ ان تمام نے ابن تیمیہ کا رد کیا ہے اور تحقیق تو یہ ہے کہ ابن تیمیہ نے اس باب میں ایسی گفتگو کی ہے کہ تمام دریا بھی اس کو دھو نہیں سکتے۔

قسطلانی نے شرح صحیح بخاری میں مکہ و مدینہ کی مسجد میں نماز پڑھنے کی فضیلت کے باب میں لکھا ہے کہ ابن تیمیہ کا قول مردود ہے کہ زیارت سے منع کرنے کا قائل ہے اور یہ بدترین مسائل میں سے ہے جو اس سے منقول ہیں۔

مختصر یہ کہ ابن تیمیہ کے احوال کتب معتبرہ جیسے تاریخ علامہ بکری اور تاریخ نویری میں مسطور ہیں کہ جب ابن تیمیہ کی زبان درازی حد سے تجاوز کر گئی اور حق سبحانہ کی صفات جلالیہ و جمالیہ میں اس کی گفتگو ظاہر ہوئی اور اس کے ہفوات اور لغزشیں مشہور ہوئیں تو معاصرین علما نے اس کے فساد کو رفع کرنے کے لیے کمر باندھ لی اور سلطان سے اس کی پھانسی یا قید خانے میں ڈالنے کی درخواست کی۔

چنانچہ ۷۰۵ھ میں اس کو مدرسہ کاملیہ میں- جو دیارِ مصر میں واقع ہے- طلب کیا گیا کیونکہ چند مقامات پر اس کے فتاوی کو قاضی شمس الدین بن عدلان نے قبول نہ کیا اور انہیں قاضی القضاۃ زین الدین مالکی کو پیش کیا انہوں نے گواہی دی کہ یہ ابن تیمیہ کے لکھے ہوئے ہیں تو قاضی القضاۃ ابن تیمیہ کے انکار پر مبنی خط کو لے کر امیر الامرا کے پاس پیش ہوئے، صورت واقعہ واضح ہو چکی تھی؛ لہٰذا

ابن تیمیہ کو اب محفل قضاۃ، مفتیانِ اعلام اور امرائے عظام میں طلب کیا گیا۔

قاضی شمس الدین نے ابن تیمیہ سے کہا کہ وہ قاضی القضاۃ کے سامنے اپنا عقیدہ نمایاں کرے۔ ابن تیمیہ نے چاہا کہ منبر پر کھڑا ہوکر لوگوں کے سامنے واشگاف الفاظ میں بات کرے مگر اس کو (کارندوں نے) چھوڑا ہی نہیں کہ منبر پر جائے، لوگوں نے جواب طلب کیا اس نے کہا کہ میرے تمام دشمن ہیں اور اس نے شافی جواب نہ دیا۔

قاضی القضاۃ نے حکم دیا کہ اس کو قید خانے میں محبوس کر دیا جائے اور اس پر انہوں نے قہر شدید کو بڑھا دیا اور فرمانِ شاہی کو ابن تیمیہ کے حوالے سے اس مضمون کے ساتھ دمشق میں جاری کر دیا گیا کہ ان دنوں ابن تیمیہ شقی' مسائل قرآن اور صفاتِ باری کے بارے میں زبان درازی کرتا ہے اور اس کے کلام میں صراحۃً بہت زیادہ منکرات ہیں۔ نیز اس نے ان معاملات میں گفتگو کی ہے جس کے بارے میں صحابہ کرام اور تابعین عظام نے سکوت فرمایا ہے۔

وہ اجماع ائمہ اہل اسلام کے خلاف کرتا ہے اور اس کے اپنے فتاوی میں ہے کہ عقول عوام اسے ناپسند کرتی ہیں اس کے برخلاف علمائے عصر اور فقہائے شام و مصر مجتمع ہوئے

مزید برآں ابن تیمیہ نے اپنی کتب کے نام اس طرح رکھے ہیں جن کی حق تعالیٰ نے کوئی سند نہ بھیجی ہے، جب اس کے یہ معاملات ہم تک پہنچے اور مذہب تجسیم کو اس نے متحقق کیا تو حق تعالیٰ نے ہم سے اقامت حق قائم فرمائی اور ہم پڑھتے ہیں: **سبحانہٗ و تعالیٰ عما یصفون** (حق سبحانہٗ اس سے بہت بلند ہے جیسی وہ توصیف کرتے ہیں)

لہٰذا ہم نے اس کو حبس شدید چکھائی اور ہم نے یہ منشور اس کے بارے میں جاری کیا کہ کوئی اس راہ میں اس کے ساتھ نہ ہو اور جہت و جسمیت حق سبحانہٗ کا معتقد نہ ہو اور تمام حنابلہ پر لازم ہے کہ وہ تشبیہ کے قریب بھی نہ جائیں اور تنزیہ کے معتقد ہوں؛ ورنہ سیدھے رستہ سے خارج ہو جائیں گے، اور اسی کی طرح قہر شدید اور جبل طویل ہوگی۔

ہماری تحقیق نے اس مردود عقیدہ کو باطل بنا دیا ہے۔ ہم نے محض اس کے ہتک آمیز رویہ پر اس کو قید خانہ میں ڈالا ہے۔ اس فرمان شاہی کو منبروں پر پڑھا جانا چاہیے اور ہر ایک کو سننا چاہیے تا کہ وہ اس شقی (بدبخت) کی اتباع سے رکے۔

صاحب اتحاف نے کہا کہ ابن تیمیہ کے ساتھ یہ تمام معاملات حق سبحانہٗ وسید الانبیاء علیہ التحیۃ والثناء کی شان میں گستاخی و بے ادبی کرنے کی سزا ہے۔ ابو محمد عبداللہ یافعی نے مرأۃ الجنان میں اپنی تاریخ کے حوالہ سے ۷۰۵ھ میں ابن تیمیہ کے فتنہ رس کے لیے مجالس کا انعقاد کرنا (تاکہ اس فتنہ کا سدباب ہو) اور اس کو زندان میں مقید کرنا اور دمشق میں اس کے حال کی منادی کرانا وغیرہ کے مفصل حالات تحریر کیے ہیں۔

اور وثیقہ کے آخر میں ہے کہ حاکم دمشق وغیرہ نے بلادِ اسلامیہ میں منادی کرادی کہ جس کا عقیدہ ابن تیمیہ کی طرح ہوا اس کے حال کو غارت کرنا اور اس کی جان کو قتل کرنا جائز وحلال ہے۔ ابن تیمیہ نے رد روافض میں بہت سے مقامات پر اہل بیت کے حق میں زبان طعن وتشنیع کھولی اور کہا کہ ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما خلیفہ ہوئے اور حق تعالیٰ نے اولی الامر کی اطاعت کا حکم فرمایا اور اطاعت بادشاہ اطاعت خدا ہے اور سلطان کی نافرمانی رب تعالیٰ کی نافرمانی ہے جو کوئی بادشاہ کے حکم کو پسند نہیں کرتا اس نے حکم الٰہی کو پسند نہیں کیا اور علی وفاطمہ (رضی اللہ عنہما) نے امر ربانی کی مخالفت کی اور مرضی مولیٰ کو انہوں نے ناپسند کیا اور حق تعالیٰ نے ان پر غضب فرمایا۔ (العیاذ باللہ)

غور کریں یہ شخص بضعۂ رسول اور برادر عم زاد شوہر بتول رضی اللہ عنہما کے حق میں کتنا زبان دراز ہے۔ ابن تیمیہ کے دیگر اقوال بھی ہیں چنانچہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی ذات کی طرف حب مال کی نیت کی ہے اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے کم سنی میں قبول اسلام کی صحت کا منکر ہوا اور سنن اربعہ میں جو احادیث ان کی شان میں وارد ہوئی ہیں اس کا رد کیا ہے چنانچہ اس کی تصریح شیخ ابن حجر نے اپنی کتاب **الدرر الكامنة فی أحوال المائة الثامنة** میں کی جو کہ ابن تیمیہ کے احوال میں لکھی گئی۔ اور اس کے تمام احوال کی تفصیل اس میں درج ہے، ابن حجر کہتے ہیں کہ میں ابن تیمیہ کو گناہ سے پاک نہیں جانتا بلکہ مسائل واُصول میں اس کے خلاف ہوں۔

امام ذہبی نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ ابن تیمیہ سے گناہ اور خطائیں سرزد ہوئی ہیں۔ امام المحققین ابن حجر نے اپنی کتاب الجوہر المنظم فی زیارۃ قبر النبی المکرّم صلی اللہ علیہ وسلم میں شرح وبسط سے اس کا رد کیا ہے۔ آپ نے لکھا ہے کہ ہم کس طرح ابن تیمیہ کو قبول کریں اور مسائل دین میں اس کو بطور سند لائیں جبکہ یہ ایسا شخص ہے جس کے حق میں کثیر ائمہ دین مثل ابن جماعہ اور شیخ

عزالدین فرماتے ہیں کہ ابن تیمیہ سے مروی ہے کہ خدا نے اس کو ضلالت وسرکشی تک پہنچایا اور ذلت کا لباس پہنایا، افترا و جھوٹ اس کے دل میں اس قدر جگہ پکڑ چکے ہیں کہ وہ ذلت ورسوائی کا دلدادہ ہوگیا ہے۔

یوں ہی شیخ الاسلام و عالم الانام تقی الدین سبکی نے - جو بالاتفاق امام صالح اور مجتہد ورع ہیں - ابن تیمیہ کا رد بلیغ فرمایا ہے اور بیان صواب سے فوائد وافرہ عطا کیے۔ ان کی کاوش سے حق شکور عزوجل مشکور ہوا اور مسلمانوں نے ان کو جزاے خیر دی۔

قبر مطہر کی زیارت کو حرمت اتفاقی کہنا معصیت سرمدی اور گناہِ ابدی ہے؛ مگر ابن تیمیہ سے عجب نہیں کیونکہ مجتہدین سے بکثرت مسائل میں اختلاف کیا اور اس سے محروم نہ جانیں کیونکہ اس کی قبائح بالخصوص خلفاے راشدین رضوان اللہ علیہم اجمعین پر جس طرح کے وہ اعتراضات وخرافات لایا ہے وہ سامع کی سماعت پر بھاری اور طبیعت اس کو برداشت کرنے سے عاری ہے۔ وہ حق سبحانہٗ کے لیے جسم و جہت کا قائل ہوا اور سلف وخلف کو اعتقاد تنزیہ رکھنے کے سبب گمراہ شمار کیا۔ ابن تیمیہ کے معاصرین علما نے اس واقعہ کو خوب پھیلایا تو شاہِ وقت نے اس کو گرفتار کیا اور اس کو قید کی سلاخوں کے پیچھے ڈال کر عوام کو اس کے مکروہ عزائم سے رہائی دلایا۔ اسی قید وبند کی صعوبتوں میں وہ اپنی ظلمات و بدعات کو سمیٹ کر راہی عدم ہوا۔ اس کے بعد اس کے متبعین نمودار ہوئے؛ مگر حق تعالیٰ نے ان کو سربلند نہ ہونے دیا بلکہ (عالم یہ ہوا کہ)

ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ وَالْمَسْكَنَةُ وَ بَاؤُوا بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ ٥

یہ ابن تیمیہ کے مختصر حالات ہیں۔ مسلمانوں کو کیا ہوگیا ہے کہ اس طرح کے رسالہ کو شیخ الاسلام نے دیکھا جس میں حق سبحانہٗ کے لیے مکانیت وجسمانیت کا ثبوت کیا (اور اس کا رد بلیغ کیا) کیونکہ قرآن وحدیث اور سلف وخلف حق سبحانہٗ کی تنزیہ کے قائل ہیں۔ اب ان کے اعتقاد کو بگاڑنا اپنے سرمایۂ ایمان کو جلانا اور مجسمہ کی موافقت اعتقادی کرنا ہے۔ **اعاذنا اللّٰہ وجمیع المسلمین عن ذٰلک.**

یہ بات مخفی نہ رہے کہ میں نے ان سطور میں عربی عبارات کو عوام کی تفہیم اور سہولت کے لیے

فارسی میں ترجمہ کیا ہے اور حدیث قدسی کا ترجمہ تفسیر عزیزی سے نقل کرنے کو ترجیح دی ہے تاکہ مکمل ترجمہ علمائے کرام کا ہی ہو، اور راقم پر اعتراض نہ آئے اور حسد وغیظ کی وجہ سے نکتہ چینی نہ ہو۔

میں نے سندات اکثر قلمی کتب اور صحیحہ سے لی ہیں۔ اگر کوئی نقل کی اصل کے ساتھ مطابقت کرتے وقت اصل عبارت کو مطبوعہ کتب میں موافق نہ پائے تو طباعت کا خلل خیال کرے اور جملہ کتب ہمارے پاس موجود ہیں۔ اللہ عزوجل ہمیں نقل کرنے کے دوران خیانت سے پناہ عطا فرمائے۔ آمین

اور یہ عقل ونقل کے بھی خلاف ہے۔ کلام چونکہ طویل ہوگیا اس لیے اسی پر اکتفا کرتا ہوں۔ بعض طبقات کی خواہش پر میں اس کا اختتام اردو زبان میں کرتا ہوں تاکہ ماحصل کلام کی دلالت واضح ہو جائے اور عوام کے ہاتھ میں بھی کچھ گوہر مقصود آئے۔

اُردو اشعار منظومہ – منہ کان اللہ لہ۔

خدا ہی لائق حمد اور ثنا ہے ❁ نہیں اس جیسا کوئی دوسرا ہے

اکیلا ذات میں اور وصف اور اسم ❁ نہ اس کا ہاتھ پاؤں منہ ہے نہ جسم

نہ وہ کھائے نہ وہ پیے نہ سووے ❁ کسی جگہ اور مکاں میں بھی نہ ہووے

وہ سنتا ہے مگر کانوں سے ہے پاک ❁ وہ دیکھے ہے مگر آنکھوں سے ہے پاک

اور ایسے جتنے ہیں اوصافِ انساں ❁ منزہ ہے وہ سب سے پاک رحماں

کسی جیسا نہیں ہرگز خداوند ❁ نہ ہے مخلوق کوئی اس کی مانند

نہیں محتاج وہ ہرگز کسی کا ❁ جہاں ہے سر بسر محتاج اس کا

یہ ہے ثابت کلام کبریا سے ❁ یہ ہے ثابت حدیث مصطفیٰ سے

ید و وجہ و قدم عین اِستوا بھی ❁ اصابع ساق اور فوق السماء بھی

جو آئی ہیں کلامِ کبریا میں ❁ اور آئی ہیں حدیث مصطفیٰ میں

ہمیں ان پر بھی ایمان ویقیں ہے ✿ ولیکن پیروی ان کی نہیں ہے

انہیں اوصافِ متشابہ کہا ہے ✿ خدا جانے مراد اُن سب کی کیا ہے

جو بعضے ان کی تاویلیں کرے ہیں ✿ نہیں تنزیہ سے باہر گئے ہیں

چلیں ہم **قل ھو اللّٰہ اَحد** پر ✿ عقیدہ رکھیں **اللّٰہ الصمد** پر

کہا **لیس کمثلہ شیی** خدا نے ✿ سکھایا ہم کو ایسے مصطفیٰ نے

پھر ہم کیونکر کہیں اس کا مکاں ہے ✿ اوراس کے ہاتھ پاؤں کا نشاں ہے

عقیدہ اہل سنت کا یہی ہے ✿ عقیدہ ساری اُمت کا یہی ہے

تفاسیر اور شروح میں ہے یہ تقریر ✿ مگر اتقان میں اچھی ہے تفسیر

ولیکن اہل تجسیم اس میں بہکے ✿ مکاں اور جسمِ خالق کا وہ سمجھے

اِماموں نے انہیں کا فر لکھا ہے ✿ یہ بدلہ اُن کی تشبیہ کا دیا ہے

کتابیں دین کی صدہا ہیں موجود ✿ جسے ہو دیکھنا وہ دیکھے مقصود

ہمارے وقت میں پھر شور اُٹھا ✿ مکاں اور جسم کا چرچا ہے پھیلا

خدا کی عرش کو جاگہ بنایا ✿ اور ہاتھ اور پاؤں کا مسئلہ سنایا

بزرگوں کو بُرا کہنے کی شامت ✿ خدا پر اب لگائی یہ ملامت

سند میں اس کے لکھتے ہیں حوالہ ✿ کہ حافظ ابن تیمیہ کا رسالہ

اگر یہ بات حق ہے اور یقیں ہے ✿ تو اس کا حال بھی مخفی نہیں ہے

کہ اس کو بہت سے علما نے لکھا ✿ کہ قائل تھا وہ جسم و جہتِ حق کا

کتاب جوہر منظّم ذرا دیکھ ✿ کتاب منتہی میں برملا دیکھ

منزہ ہے خدا جہت و مکاں سے ✿ اور ایسا ہاتھ پاؤں کے نشاں سے

خدا واحد بلا جسم و مکاں ہو ✿ عرش کیا شے ہے جو اس کا مکاں ہو

جو قائل ہو مکان و جسم حق کا ✿ وہ کافر ہے یقینی یاد رکھنا

ہمارا کام کہہ دینا ہے یارو ! ✿ اب آگے چاہو تم مانو نہ مانو

ہوئے ہم سرخرو اپنے خدا سے ✿ ہوئے ہم فارغ حکم مصطفیٰ سے

خدا چاہے تو کر دے گا ہدایت ✿ کہ جن کو ہو گئی اس کی غوایت

ہمارا یہ عقیدہ تھا سنایا ✿ اسی پر خاتمہ کر دے خدایا

رَبَّنَا لاَ تُؤَاخِذْنَا اِنْ نَّسِيْنَا اَوْ اَخْطَاْنَا رَبَّنَا وَلاَ تَحْمِلْ عَلَيْنَا اِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهٗ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِنَا رَبَّنَا وَلاَ تُحَمِّلْنَا مَا لاَ طَاقَةَ لَنَا بِهٖ وَاعْفُ عَنَّا وَاغْفِرْلَنَا وَارْحَمْنَا اَنْتَ مَوْلاَنَا فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ.

اے ہمارے رب! تو ہمارا مواخذہ نہ فرما اگر ہم بھول جائیں یا ہم سے خطا سرزد ہو۔ اے ہمارے رب! ہمارے اوپر ایسا بوجھ نہ ڈال جس طرح تو نے ہم سے پہلوں پر ڈالا۔ اور نہ ہی ہمیں ایسا بوجھ اٹھانے کی ذمہ داری سونپنا جس کی ہمیں طاقت نہیں اور تو ہم کو معاف فرما تو ہی ہمارا مددگار ہے۔ کفار کے مقابلہ میں ہماری نصرت و اعانت فرما۔

و اخر دعونا ان الحمد للّٰہ رب العلمین و صلی اللّٰہ علی حبیبہٖ محمدٍ و عترتہٖ اجمعین .آمین آمین آمین .

المجیب عبدہ الحقیر محمد غلام دستگیر ہاشمی –کان اللّٰہ لہ–

تمت

تصدیقات وتقریظات

☆

هـذا الـجـواب حق و صواب من اعتقده بصميم القلب و أقـر به فقد كمل إيـمـانـه و حـاز عـظـيـما من الثواب و فاز فوزا كبيرا و نجا من العذاب و من أنـكـره فقد تردى وباء بسخط من الله تعالىٰ بلا شک وارتياب .

یہ جواب حق اور صحیح ہے اس کے لیے جس نے صمیم قلب سے اس کا اعتقاد رکھا اور اس کا اقرار کیا تو اس نے اپنے ایمان کو کامل کر لیا اور بہت زیادہ ثواب کا ذخیرہ پایا۔اور بہت بڑی فلاح و کامرانی پائی اور عذاب سے نجات پائی۔ہاں جس نے اس کا انکار کیا تو وہ ذلیل ہوا اور بلاشک وشبہ وہ حق سبحانہٗ کی سخت پکڑ میں آئے گا۔

کتبہ

فقیر خادم العلماء عبدالرسول قصوری عفی عنہ

☆

ذلک کذلک لا ریب فيه .

من وعن اسی طرح ہی ہے اس میں کوئی شک نہیں۔

خلیفہ حمیدالدین عفی عنہ

☆

چونکہ **علماے قصور و فیروز پور** نے بھی حضرت میاں صاحب قصوری کی عبارت کی مثل تحریر کی ،لہٰذا یہاں ان علما کے صرف نام تحریر کیے جا رہے ہیں :

فقیر عبدالملک

ولایت شاہ ولد حضرت چراغ شاہ

فقیر عبداللہ قاضی

فقیراحمد مرالی

فقیرغلام محمد ولد حافظ محکم الدین

ولی محمد ولد حافظ غلام علی ولد حافظ محکم الدین (امام مسجد حضرت پیر عباس خان صاحب، قصور)

فقیرنورالدین۔

حافظ حبیب اللہ

حافظ اللہ بخش

فیروز پور و چھاؤنی کے نواح کے علماء کرام:

فقیرعبدالرحمٰن (واعظ وامام مسجد صدر بازار چھاؤنی)

فقیرولی محمد۔(امام مسجد حضرت پیر صاحب قصور در فیروز پور)

فقیرخوشی محمد۔معلم واتالیق نواب زادہ ممدوٹ

فقیرعبدالرحیم۔ساکن مہالم فیروز پور

فقیرشرف الدین۔امام مسجد کوتوالی ومدرس فیروز پور

فقیرجمال الدین۔امام مسجد توپخانہ چھاؤنی

فقیرمحمد سلیم ولد مولوی بارک اللہ۔ساکن کریاں

فقیرغلام نبی شاگرد مولوی بارک اللہ۔واعظ وامام مسجد چھاؤنی

فقیرعبدالرزاق۔ساکن سیدی کے

علماے لاہور

واللّٰہ تعالیٰ منزہ عن الامتداد والمقدار لاستلزامہ التجزی . (شرح عقائد)

اللہ عزوجل مادہ اور مقدار اور اس کے استلزام تجزی سے منزہ و پاک ہے۔(شرح عقائد)

فقیرغلام احمد معروف نوراحمد

☆

سبوح قدوس ربنا و رب الملائکة والروح .

بہت زیادہ تسبیح و پاکی ہے اے ہمارے رب تیرے لیے اور فرشتوں اور ارواح کے رب۔

فقیر عبدالقادر بھیروی عفی عنہ (مدرس یونیورسٹی، لاہور)

☆

الحق ابن تیمیہ در مذمت صحابہ واہل بیت بسیار جا در کتب خود مینگارد وحق تعالیٰ ہیچ جا مکان نپذیرد۔

ابن تیمیہ نے اپنی کتب میں بکثرت مقامات پر صحابہ واہل بیت کی مذمت میں لکھا ہے۔ العیاذ باللہ

ذکر کن لا الہ الا اللہ ☆ از سر صدق ای ولی اللہ

اور حق تعالیٰ کا کسی جگہ کوئی مکان نہیں ہے۔ لا الہ الا اللہ کا ذکر کر سچ کے راز میں سے ہے اے اللہ کے ولی۔

سید صادق علی شاہ

☆

ھذہ الرسالة صحیحة

یہ رسالہ صحیح ہے۔

حافظ محمود

علمائے بہاول پور

صح الجواب و جزی اللّٰہ المجیب .

جواب صحیح دیا ہے اللہ عزوجل جواب دینے والے کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

فقیر غلام رسول (استاذ کل علاقہ بہاول پور)

المسکین العاصی شمس الدین عفی عنہ (فاضل اجل مشہور حاکم صدر عدالت بہاولپور)

محمد محمود الدین (قاضی القضاۃ بہاول پور)

محمد ضیاء الدین۔زیب خاندان مولویاں

سید احمد ملقب الحاجی۔از مولویان احمد پور

یار محمد۔از مولویان احمد پور

حافظ غلام مصطفیٰ۔جامع کمالات موفور خلاصہ شاگرد از حضرت میاں صاحب قصور اند ۔قدس سرہ۔

علماے امرت سر

تقریظ مولانا عمدۃ الفضلاء مولوی حبیب اللہ صاحب پشاوری ومولانا زبدۃ العلماء والقراء مولوی عبدالعلی دہلوی نے حاشیہ پر تحریر پایا دیگر احباب نے اس جگہ دستخط تحریر فرمائے ہیں یہ جواب حق اور صحیح ہے۔

تقریظ مولانا عمدۃ الفضلاء مولوی حبیب اللہ صاحب پشاوری

للّٰہ در المجیب ما أسحر الجواب وافق فی ذلک کلہ السنۃ والکتاب بالرأی الصواب. اللّٰھم ارضہ بالثواب فی ھذا الدار و تلک الدار أعنی یوم الحساب الحق ان ھذہ رسالۃ یعمی بالنظر إلیھا المنکر الخفاش و یرتعش فرائص المعاندین منھا بالارتعاش الفھا البحر النحریر و الفھامۃ الخبیر المولوی غلام دستگیر الشھیر من الاقران بنبائل الکمالات الفائق علی امثالہ بجلائل الصفات المستغنی عن التعریف والتوصیف فانہ کالنار علی العلم من حیث مد الصباح جناحیہ الی ان ضمھا للوقوع فی افق الغرب ردا علی الفرقۃ المحدثۃ الشاذۃ المخالفۃ لجمھورأھل السنۃ والجماعۃ فی الفروع والأصول بل منشاتھا لکھم فی ھذہ الورطۃ الظلماء ھی وعدم تقلیدھم الاکابر و سوء ظنھم إیاھم فإیاکم وإیاھم فان من

قرب إليهم قليلا فقد ضل ضلا كبيرا فانهم ضلوا وأضلوا كثيرا. اعلم أن الفلاسفة بامرها قالت ان العالم قديم بالنوع و مذهب اهل الاسلام انه حادث نوعا و شخصا و ابن تيمية قائل بقدم العرش بالقدم النوعى كما قاله المحقق الدوانى فى شرحه للعقائد العقدية هذا العقيدة و وجه اضطراره إلى هذه الهفوة، ذكره المولوى عبدالحليم ان ابن تيميه لما كان قائلا بكونه تعالىٰ جسما قال بانه ذو مكان فان كل جسم لابد له من مكان على ما ثبت و لما ورد فى القرآن المجيد الرحمن على العرش استوى قال ان العرش مكان و لما كان الواجب ازليا عنده و اجزاء العالم حوادث عنده اضطر بازليته جنس العرش و قدمه و تعاقب اشخاصه الغير المتناهيه فمطلق المتمكن له ازلى و تمكناته المخصوصة حوادث كما ذهب المتكلمون الى حدوث . (۱)

(۱) خدا فاضل مجیب کا بھلا کرے، کیسا سحر آفریں جواب دیا ہے۔اور سب کا سب رائے صواب کی کسوٹی پر کتاب وسنت کے موافق ہے۔اے پروردگار! انھیں دونوں جہان کی نعمتوں سے مالا مال فرما۔ سچی بات یہ ہے کہ یہ رسالہ چمگادڑ چشموں کی آنکھیں خیرہ کر کے رکھ دے گا اور معاندین کے دانت گھٹے ہوا ُٹھیں گے۔اس کتاب کے مؤلف مشہور ومعروف عالم وفاضل حضرت علامہ مولوی غلام دستگیر ہیں جو اپنے فضائل وکمالات کے باعث معاصرین میں منفرد اور کسی تعارف کے محتاج نہیں......۔اس کتاب میں انھوں نے اہل سنت و جماعت کی راہ سے ہٹ کر چلنے والے فرقوں کا رد بلیغ کیا ہے اور عدم تقلید کے گن گانے والوں نیز اسلاف و اکابر پر انگشت طعن اُٹھانے والوں کی بھرپور خبر گیری فرمائی ہے۔خدا ہمیں ان کے سایوں سے دور رکھے کیوں کہ جو بھی ان کے قریب ہوگا وہ بڑی گمراہی میں پڑے گا، کیوں کہ ان گم گشتگانِ راہ سے اس کے علاوہ اور توقع ہی کیا کی جاسکتی ہے۔آپ کے علم میں یہ بات ہونی چاہیے کہ فلاسفہ کے نزدیک عالم قدیم بالنوع ہے جب کہ اہل سنت کے مطابق وہ نوعاً وشخصاً حادث ہے۔ابن تیمیہ نے عرش کے قدیم ہونے کو قدم نوعی کے ساتھ خاص مانا ہے۔محقق دوانی نے عقائد عقدیہ کی شرح میں اس کی بحث چھیڑی ہے۔اس ہفوات کی طرف ابن تیمیہ کو لے جانے والی چیز مولوی عبدالحلیم کے مطابق یہ ہے کہ ابن تیمیہ نے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے جسمانیت کا قول کیا تو ساتھ اسے یہ بھی ماننا پڑا کہ وہ ذومکان ہے۔کیوں کہ یہ ثابت شدہ حقیقت ہے کہ کوئی بھی جسم بغیر مکان کے قرار نہیں پکڑ سکتا۔قرآن کریم میں آیا ہے کہ 'رحمٰن نے عرش پر استوا فرمایا'۔تو اس نے کہا کہ عرش ایک مکان ہے اور جب اس کے نزدیک واجب ازلی ہے اور اجزائے عالم حادث ہیں، تو اسے اس کی ازلیت کے باعث عرش کے جنس وقدم کا قول کرنا پڑا۔لہٰذا مطلق متمکن ازلی اور اس کے تمکناتِ مخصوصہ حادث ہوئے۔یوں ہی متکلمین کا میلان بھی حدوث کی طرف ہے۔

تقریظ مولانا قاری عبدالعلی دہلوی صاحب

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم .

الحمد للّٰہ الذي أنـزل على عبده الكتاب منه آيات محكمات هن أم الكتاب و أخـر متشـابهات والصلوٰة على رسوله وحبيبه محمَّد الذى أمـرنا باتباع المحكمات و نهانا عن الخوض فى المتشابهات وعلى آله و صحبه الذين هم فى العلم راسخون والذين الحق حافظون .

أما بعد فقد طالعت هذه الرسالة التى يروى منطوقها الغليل و يشفى مـضـمـونهـا الـعـلـيـل و نـظـرت فـى هذا الكتاب الحميد والجواب السديد بالاجمال بعون الرب متعال فوجدته مطابقا للسنة والكتاب و مـوافـقـا لعقائد أهـل السـنة والـجماعة الذين هم أولـوا الألباب و لعمرى انه لكتاب حق أحق بالقبول يتلقى به العلماء الفحول لا يأتيه البـاطـل من بين يديه و لا يقدر أحـد عـلـى منعه و صرفه فبشرى لمن اهتـدى به واقتفى باثره و ويل لمن انكر عليه و غشى ببصره من اتبع و امـن بـفـحوله فقد رشد واهتدى و من خالفه فقد ضل و غوى غلبه در مـن اجـاب و اجـاد و عـلـى الـلـه اجـر مـن اصاب فيه و افاد و ما ادرک مـن هـو عـالـم نبيل فاضل جليل اذكى الطبيعه ازكى الخليقه مـقبـول الـرب الـخبيـر مغبوط كل غنى و فقير مجمع الفضائل منبع الفواضل الحبر التحرير المولوى غلام دستگير اعاذه الله من شرور كل حاسد شرير بحرمته السيد البشير النذير .

---

(۱) چونکہ حضرت استاذ الکل مولانا و بالفضل اولانا جناب خلیفہ صاحب درذیل عبارت حضرت میاں صاحب سلمہما اللہ وابقاء در تصدیق تعریف ایں جواب ایں عبارت کہ مصداق خیر الکلام ماقل ودل است تحریر فرموند دلہذا نقل ان بدیں طور مناسب نمود۔۱۲

اللّٰھم اجزہ عنا و عن جمیع المسلمین خیر الجزاء فی الدنیا والعقبیٰ و اوصلہ الی اعلی مراتب ما یتمنا.(۱)

نمقہ الراجی رحمۃ ربہ الباری

ابوالبشیر عبـــدالعلی القاری

☆

هذا الجواب حق و صواب ولله در الفاضل المجیب .

لا یدرک الواصف المطري فضائله

وإن یک بالغــا فی کل مــا وصفــا

یہ جواب حق اور درست ہے، اللہ عزوجل کی شان میں فاضل مجیب نے کہا

ترجمہ: اس کے ابر کرم کے فضائل کو واصف نہیں سمجھ سکتا اگرچہ وہ ہر خوبی تک پہنچ جائے۔

بندہ احمد یار (امام جامع مسجد امرتسر)

☆

هذا الجواب الحق و مطابق بمذهب أهل السنة والجماعة .

یہ جواب حق اور اہل سنت و جماعت کے مذہب کے مطابق ہے۔

محمد قدرت اللہ حنفی دہلوی (مدرس امرت سر)

---

(۱) حمد وصلاۃ کے بعد عرض ہے کہ میں نے اس رسالے کا مطالعہ کیا جس کی باتیں بڑی پرلطف ہیں اور جس کا مضمون بیماروں کے لیے نسخہ شفا ہے۔ یہ کتاب کتاب وسنت کے عین مطابق اور عقائد اہل سنت و جماعت کے بالکل موافق ہے۔ قسم بخدا! یہ کتاب ایسی ہے کہ جو یقیناً شرفِ قبولیت سے ہمکنار ہوگی، اور اہل علم وکمال اسے ہاتھوں ہاتھ لیں گے۔ کوئی اس کی افادیت کو نہ روک سکتا ہے اور نہ اس جلائی ہوئی شمع کو بجھا سکتا ہے۔ بڑا خوش بخت ہے وہ جو اس راہ پر چل پڑے۔ اور بڑا ہی بدبخت ہے وہ جو اس کا انکاری ہو اور آنکھ پر پٹی ڈال رکھے۔ جو اس کو مانے گا وہ جادۂ مستقیم پر گامزن ہوگا اور جو اس کی مخالفت کرے گا وہ چاہِ ضلالت میں جا گرے گا۔ ایسے فاضل مجیب کے لیے ہر فضل وکمال ہے۔ اور ایسا جواب وافادہ عطا کرنے والے کو اللہ اپنے کریمانہ فضل سے نوازے۔ اور بھلا ایسا شرف وکمال اس کے علاوہ اور کسے حاصل ہوسکتا ہے جو ذکی الطبع بھی ہیں اور خلیق الفطرۃ بھی، خدا کے مقبول بھی ہیں اور ہر امیر وغریب کے محبوب بھی یعنی حضرت مولوی غلام دستگیر۔ اللہ انھیں ہر حاسد وفاسد کی نگاہِ شر سے محفوظ فرمائے۔ خدایا ان کے اس عظیم کارنامے پر تو انھیں ہماری بلکہ کل اُمت مسلمہ کی جانب سے دارین میں بہترین بدلہ عطا کر، اور انھیں اپنے مقصد ومطلوب میں فائز المرام فرما۔ آمین

واضح رہے کہ اس رسالہ کی تالیف کے بعد حسن تدبیر مخلصی، محبت آثار متقی خلاصہ علماے دین دار مولوی عبدالرحیم صاحب متوطن مہالم علاقہ فیروز پور کے ساتھ ذوالحجہ ۱۲۸۹ھ کے اواخر میں راقم کی حافظ صاحب مولوی (ساکن لکھو کے علاقہ فیروز پور) محمد ولد مولانا بارک اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ ان تمام مسائل پر فیروز پور میں گفتگو ہوئی۔

صورت حال یہ بنی کہ حافظ صاحب نے اپنی تفسیر محمدی میں زیر آیت **ثم استویٰ علی العرش** کو معالم وغیرہ کے حوالہ سے نقل کر کے استقرارِ باری تعالیٰ کو ثابت کیا تھا بعض کتابوں کو ملاحظہ کرنے کے بعد جن کی عبارات کا ترجمہ اس رسالہ میں مسطور ہے انہیں کہا کہ ہم اپنے مسودہ کو درست بنانا چاہتے ہیں اور مسئلہ استقرار کو نکالنا چاہتے ہیں اس وقت اس رسالہ کے آخر میں اردو کے اشعار لکھے ہوئے ہیں وہ موجود تھے میں نے وہ پیش کر دیے اور ان پر مہر ثبت کرنے کا کہا انہوں نے کہا کہ ہم اپنی کتب کو اپنے فرزند اور بھائیوں کی تحقیق فرمانے کے بعد مہر لگائیں گے۔

چنانچہ چار دن کے بعد ایک دوسری مجلس مسجد کوتوالی فیروز پور میں منعقد ہوئی اس دن حافظ صاحب خاموش تھے ان کے بیٹے اور بھائی بحث میں شامل ہوئے پر وہ کتاب جس سے انہوں نے استقرا و اعضاے حق سبحانہٗ کو پیش کیا تھا رحمٰن کی تائید و نصرت سے ہم نے یہ ثابت کیا کہ یہ مذہب مجسمہ کا ہے۔اس سے ہر ایک کو معلوم ہو گیا کہ حافظ صاحب حق کے طلب گار ہیں اور ان کے بیٹے اور بھائی کو تعصب اور افسوس دامن گیر ہے۔

بہر حال قیل وقال کے بعد میں نے شرح فقہ اکبر کی ایک متفقہ عبارت حافظ صاحب کو پیش کی کہ اگر استقرار وغیرہ سے رجوع ثابت ہے تو یہ لوگ خود رجوع کریں گے۔

چنانچہ وہ، ان کے بھائیوں اور ان کے بیٹوں نے اس عبارت کے نیچے اپنے دستخط کر دیے اور اتفاق رائے ہو گیا تو ان کے شاگردوں نے فیروز پور کے نواح میں رحمٰن کے لیے اثبات مکان و جوارح کا جو شور برپا کیا ہوا تھا وہ دفع ہو گیا اور مجسمہ کا فساد رفع ہو گیا۔اس کے بعد چند لوگوں کی زبانی یہ بات پہنچی کہ حافظ صاحب اور ان کے بھائیوں نے رجوع صحیح کر لیا ہے، البتہ ان کے بیٹے اور برادر زادہ میں قال ومقالی باقی ہے شاید وہ ابھی تک دوبارہ گفتگو کے مشتاق ہیں۔

میں نے ان کو جواب دیا کہ جملہ رؤساے اہل اسلام علما و ملازمان سرکار اور سینکڑوں لوگ جو

اس مقام پر موجود ہیں ان کے روبرو جھگڑے کو ختم کرتے ہیں حالانکہ اگر آپ کے دل میں کوئی شبہہ باقی ہے تو اس کے تصفیہ کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے، راقم تیار ہے اور کتب دین بھی مہیا ہیں کیونکہ ایسا تحقیقی موقع دوبارہ ہاتھ نہیں آئے گا۔ یہ بات واضح ہو جائے گی کہ جھوٹا کلام بے اعتبار ہوتا ہے شرح فقہ اکبر کی وہ عبارت اور ان مولویان کے دستخط جس پر ہیں وہ یہ ہے :

من قال بأنه سبحانه جسم وله مكان و يمر عليه زمان ونحو ذلك فانه كافر لم يثبت له حقيقة الايمان .

یعنی جس نے یہ کہا کہ حق سبحانہٗ کا جسم ہے اور اس کے لیے مکان ہے اور اس پر زمانہ گزرتا ہے اور اس کی مثل ہے تو وہ کافر ہے اس سے ایمان کی حقیقت ثابت نہیں ہے۔

یہ قول صحیح ہے اور ہمارا بھی یہی اعتقاد ہے۔

حررہ الملتجی اِلی اللہ محمد بن مولانا بارک اللہ عفی عنہ

☆

یہ قول صحیح ہے اور صفاتِ الٰہی کا انکار کفر ہے۔

العبد عبدالرحمٰن عرف محی الدین بن حافظ محمد بن مولوی بارک اللہ

العبد غلام محمد فقیر محمد صالح (یہ حافظ صاحب کے بھائی ہیں)

(دوسری) محفل (جو کہ کوتوالی مسجد میں ہوئی) کے اختتام پر حافظ صاحب نے کہا کہ فقیر اپنی رہائش گاہ پر اس کے مطابق لکھ دے گا، آپ اپنے رسالہ کے آخر میں ہماری ان تحریرات کو طبع کروا دیں (تاکہ لاہور اور امرتسر کی مواہیر علما تک پہنچائی جائیں)۔

اگر رسالہ ان کے پاس ہے تو وہ اس پر دستخط کر دیے ہیں حسن اتفاق سے اسی اثنا میں ان میں فاضل بے نظیر حبر تحریر عمدہ علمائے اعلام زبدۂ سادات عظام مولانا وسیدنا حضرت سید خلیل صاحب مدنی قصور میں تشریف لائے ہوئے تھے انہوں نے اس رسالہ کو حرف بحرف سنا اور اس کے آخر میں اپنے دستخط فرمائے اور اپنی مہر ثبت فرمائی اور وہ یہ ہے :

الحمد للّٰه الذی ليس كمثله شيی وهو السميع البصير والصلوٰة والسلام علىٰ من أنزل عليه الكتاب منه آيات محكمات هن أم

الکتاب وأخر متشابهات فهو لاهل الهدی بشیر ولاهل الزیغ نذیر.
أما بعد فالواجب علی کل مسلم یحب سلامة دینه و رضاء ربه العمل بما فی هذه الرسالة موافقة لعقیدة أهل السنة والجماعة والتصمیم علیه بقالبه و قلبه.

حرره العبد الغریب الضعیف المدرس بالمسجد النبوی الشریف
الراجی دوام لطف الکریم . عبده خلیل بن ابراهیم

ترجمہ: تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جس کی ذات کی مثل کوئی شے نہیں اور وہ بہت زیادہ سننے والا دیکھنے والا ہے اور درود وسلام ہوان پرجن پر یہ کتاب نازل ہوئی جس میں بعض محکم آیات ہیں اور وہ کتاب کی اصل ہیں اور بعض آیات متشابہات ہیں پس وہ اہل ہدی کے لیے خوش خبری اور اہل زیغ کے لیے ڈر ہے حمد وثنا کے بعد ہر مسلمان پر اپنے دین کی سلامتی اور اپنے رب کی رضا کے لیے اس رسالہ میں اہل سنت و جماعت کی موافقت میں جو کچھ لکھا ہے اس پر دل وجان سے ایمان رکھنا واجب ہے۔

حررہ العبد الغریب الضعیف المدرس بالمسجد النبوی الشریف
الراجی دوام لطف الکریم عبدہ خلیل بن ابراہیم

واضح رہے کہ اس جواب پر قصور کے جملہ علمانے دستخط کیے اور ملاحظہ کرنے کے بعد کہا کہ یہ مذہب اہل سنت کے موافق ہے مگر بعض مکانیان نے اس پر دستخط نہ کیے۔

نوٹ: رسالہ تحقیق تقدیس الوکیل یہاں مکمل ہوگیا، تفسیر نبوی پنجابی منظوم مطبوعہ کریم سٹیم پریس لاہور جو کہ مولانا قصوری کے ارشد تلمیذ مولانا نبی بخش حلوائی رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف ہے، اس کی جلد ۱۴ صفحہ ۱۱ تا ۱۴ مباحثہ فیروزپور کے متعلق مولانا قصوری کی تحریر دیکھنے کو ملی جسے یہاں بطور تکملہ کے نقل کیا جارہا ہے۔مرتبین